

مستندی کو امام کے پیچھے  
قرأت نہیں کرنی چاہیے

اس موضوع پر بہترین کتاب

# اطیب الکلام

ملخص

## احسن الکلام

تالیف

مولانا حافظ عبدالمبین خان زائید  
رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ صفحہ شہداء

نزد گھنٹہ گھر گوجرانولہ



﴿ جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں ﴾

نام کتاب	اطیب الکلام
مصنف	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر
طبع ہفتم	جنوری ۲۰۰۵ء
تعداد	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	۲۱ / روپے
مطبع	مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر	مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

﴿ ملنے کے پتے ﴾

- ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ حلیمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی نمبر ۱۶
- ☆ مکتبہ امدادیہ ملتان
- ☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
- ☆ مکتبہ مجیدیہ ملتان
- ☆ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی
- ☆ اسلامی کتب خانہ ایبٹ آباد
- ☆ مکتبہ صدیقیہ حضرواٹک
- ☆ مکتبہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم



# فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۱	مولانا عبد الصمد غیر مقلد	۵	پیش لفظ
۳۲	القرآن کا اولین صدق سورۃ فاتحہ ہے	۱۱	سبب تالیف
۳۴	باب دوم مرقع عطاویش	۱۷	باب اول نص قرآنی
۳۵	پہلی حدیث	۱۸	آیت واذا قرئ القرآن الایۃ کا شان
۳۶	دوسری حدیث	۱۹	نزول قرآن خلف الامام کا مسئلہ ہے
۳۷	تیسری حدیث	۲۱	حضرت ابن مسعود سے اس کی تفسیر
۳۸	چوتھی اور پانچویں حدیث	۲۲	عباس
۳۹	پھٹی	۲۳	حضرت مجاہد ابن مسیب حسن بصری
۴۰	ساتویں	۲۴	اور امام زمہری سے اس کی تفسیر
۴۱	آٹھویں اور نویں	۲۵	عبد بن عمر اور عطاء
۴۲	دسویں	۲۶	محمد بن کعب القرظی اور بعض دیگر حضرات
۴۳	گیارہویں	۲۷	اس کی تفسیر
۴۴	بارھویں اور تیرھویں	۲۸	امام ابن جریر اور بخاری
۴۵	چودھویں	۲۹	زمخشری
۴۶	پندرھویں اور سولہویں	۳۰	بیضاوی اور ابن کثیر
۴۷	سترھویں اور اٹھارھویں	۳۱	علامہ ابوالسعود
۴۸	انیسویں	۳۲	الکلی اور ابن عبد البر
۴۹	بیسویں	۳۳	حافظ ابن تیمیہ



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۷	تفسیر جواب یہ حدیث منفرد یا امام کے لئے ہے۔	۵۳	باب سوم آثار صحابہ کرامؓ اور تابعین و غیرہم
۷۹	چوتھا جواب درک رکوع اس سے متشقی ہے۔	۵۴	حضرات عطاء و راشدینؓ
۸۱	پانچواں جواب حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے جب پڑھتے تھے	۵۵	ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ
۸۲	دوسری حدیث	۵۶	نذیر بن ثابتؓ و ابن عمرؓ
۸۳	اس کا پہلا جواب	۵۷	حضرت ابوہریرہؓ اور عائشہؓ
۸۴	دوسرا	۵۸	حضرت سعدؓ و انسؓ و علقمہؓ
۸۵	تیسرا	۵۹	عمرو بن مہمونؓ - اسود بن زیدؓ اور عبید بن غلفہؓ
۸۶	چوتھا اور پانچواں جواب	۶۰	نافع بن جبرؓ، یحییٰ بن جبرؓ اور عروہ بن الزبیرؓ
۸۷	پھٹا جواب	۶۱	حضرت ابراہیمؓ، قاسم بن محمدؓ، سفیان بن عیینہؓ، عبد القادر جیلانیؓ، حافظ بن تمیمؓ
۸۸	تفسیری حدیث	۶۲	حافظ ابن القیمؓ و ابن قدامہؓ
۸۹	اس کا پہلا جواب	۶۳	حضرت امام احمد بن حنبلؓ
۹۰	دوسرا	۶۴	حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؓ
۹۱	تیسرا	۶۵	حضرت امام اعظمؓ
۹۲	چوتھی روایت	۶۶	حضرت امام شافعیؓ
۹۳	اس کا جواب	۶۷	حضرت امام مالکؓ
۹۴	نکتہ بالخیر۔	۶۸	باب چہارم فریق ثانی کے دلائل
		۶۹	پہلی حدیث لَا صَلَوةَ لَنَا الْخ
		۷۰	پہلا جواب عرف من تعیم کے لیے نہیں
		۷۱	دوسرا جواب اس میں فصحاء و غیرہ
		۷۲	کی زیادت بھی ہے۔



## پیش لفظ

(۱) غیر مقلدین حضرات نے عرصہ سے علماء احناف کو عوام میں بدنام کرنے اور عوام کو ان سے بدظن کرنے کے لیے جن فروعی اور اختلافی مسائل کا سہارا لیا ہے ان میں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ یہ مسئلہ اور دوسرے نزاعی مسائل کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ابتداء ہی سے چلے آ رہے ہیں لیکن جب غیر مقلدین حضرات نے ان میں غلو سے کام لینا شروع کیا ہے تو اس وقت سے صورت حال مختلف ہو گئی ہے پہلے یہ اختلافات اور خصوصیتیں فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ صرف علماء فقہاء اور محدثین تک ہی محدود تھے، ہر فرقہ اپنے اپنے انداز فکر کے مطابق سوچتا سمجھتا تحقیق کرتا اور اس پر عمل کرتا تھا اس کے باوجود دوسرے فرقوں اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا دل سے احترام ہوتا تھا، ان فروعی اختلافات کی آڑ میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے گریز کیا جاتا تھا اور ایک دوسرے کے خلاف تعصب آمیز فہم نہیں چلائی جاتی تھی۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب



اختلاف کی حدود علماء اور فقہاء سے تجاوز کر کے عوام تک وسیع ہو چکی ہیں عموماً  
 فریق مخالفت اور اس کے اختیار کردہ مسلک کا احترام دل سے اٹھ گیا ہے۔  
 برسر عام ایک دوسرے پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے اور ان اختلافات کا سہارا  
 لے کر دوسروں پر گمراہ، جہنمی، فرقہ ناجیبہ سے خارج اور فی النار و فی السقر کے  
 فتوے جڑے جاتے ہیں وہ اختلافات جو علماء و فقہاء کے علم و نظر میں وسعت  
 پیدا کرنے کے محرک ہوتے تھے اور امت کے لیے رحمت ہوا کرتے تھے انہیں  
 کہ وہ آج زحمت بن چکے ہیں۔

(۲) اس عظیم انقلاب کا پس منظر غیر مقلدین حضرات کا وہ تعصب اور علمائے  
 سے ان کا وہ بغض اور عناد ہے جو انہیں کسی بھی لمحہ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا  
 اس وقت جب کہ ہندوستان کے علماء احناف تحریک آزادی کی قیادت کر رہے  
 تھے اور سرزمین ہند کو ظالم فرنگی کے بیچے استبداد سے بچھڑانے میں مصروف تھے غیر مقلدین  
 حضرات نے (خدا جانے کس مصلحت کے تحت) ان فروعی اختلافات کی آڑ لے  
 کر اور خصوصاً تقلید اور فائقہ خلف الامام وغیرہ کے مسئلہ کو موضوع بحث بنا کر علمائے احناف  
 کے خلاف طوفان بپا کر دیا اور بیسیوں کی تعداد میں کتابیں رسالے اور پمفلٹ ملک  
 کے گوشے گوشے میں پھیلا دیے کہ مقلدین اور خصوصاً احناف سنت کے پیروکار  
 نہیں ہیں یہ اماموں کے اندھے اور کورے مقلد ہیں اور احناف تو سر اسر سنت  
 کے خلاف چلتے ہیں رفع یدین یہ نہیں کرتے، اماموں کے پیچھے فاتحہ یہ نہیں پڑھتے



وغیرہ وغیرہ اس لیے یہ گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے تو قطعی طور پر خارج ہیں اور ناجی فرقہ صرف اہلحدیث ہے باقی سب فی النار والستقر ہیں۔ غرضیکہ مقلدین اور خصوصاً احناف کی یہ مفروضہ غلطیاں اور عیوب جو بارہ سو برس تک کسی کے نزدیک موجب تکفیر و تفسیق نہ تھے ان حضرات پر چشم زدن میں منکشف ہو گئے اور ان کے خلاف ہر قسم کے بے محل فتوے صادر کرنے میں ان کو لطف محسوس ہوا۔

(۳) اول تو علماء احناف نے ان کی سرگرمیوں پر خاموشی اختیار کی لیکن جب یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ان سرگرمیوں سے باز آنے والے نہیں اور جب یہ لوگ تمام مذہبی، اخلاقی اور اخلاقی حدود سے تجاوز کر گئے تو علماء احناف کو بھی مجبوراً محض دفاع کی خاطر میدان میں آنا پڑا اور علامہ ظہیر احسن شوقی، مجاہد کبیر حضرت مولانا مرتضیٰ احسن صاحب چاند پوری فقیہ وقت حضرت مولانا عبد العزیز صاحب اور حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیر نے اس فتنہ کا تقریری اور تحریری طور پر مقابلہ کیا اور علمی دنیا میں غیر مقلدین حضرات کی حقیقت واضح کر دی اور ثانی الذکر و بزرگوں نے توفیق حلت الامام اور دیگر بعض مسائل میں میدان مناظرہ میں اتنی عظیم شکست دی کہ غیر مقلد مناظرین کو پھر دوبارہ ان بزرگوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو سکی لیکن اس امر کا احساس بڑی شدت اختیار کرتا چلا جاتا تھا کہ ان مسائل کے متعلق چند کتابیں ایسی تحریر کی جائیں جن میں ان مسائل کے تمام مباحث تفصیلی طور پر جمع ہو جائیں اور متلاشیان حق کو تمام مباحث پہنچا فراہم ہو سکیں۔



(۴) اپنا پنجہ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے والد محترم محقق وقت حضرت مولانا محمد سر فراز خاں صاحب صفحہ دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم گوہر الوالہ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب "احسن الکلام فی عدم وجوب قرأۃ الفاتحہ خلف الامام" دو جلدوں میں تحریر فرمائی، اس کتاب کا علماء کرام، فقہاء عظام اور محدثین نے پر جوش خیر مقدم کیا اور اس کو انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اکابر محدثین نے زوردار الفاظ میں تعاریف لکھ کر اس کی تائید فرمائی اور علمائے اس کی بے انتہا تعریف کی لیکن غیر مقلدین حضرات اس کتاب کے منظر عام پر آنے سے بے حد سنجیدہ ہوئے اور ان کے عزام کی وہ خوشنما عمارت جو عرصہ سے وہ تصور میں قائم کئے ہوئے تھے دھڑام سے زمین پر آ رہی چنانچہ اس کتاب کا جواب لکھنے کے لیے کافی لوگوں نے ہاتھ پاؤں ہلاتے لیکن اس کتاب کا دائرہ اثر بجائے تنگ ہونے کے دن بدن وسیع ہونا چلا گیا اور جن لوگوں نے اس کے جوابات شائع کئے تھے ان کے جوابات خود اپنی ناکامی پر مصنفین کا منہ ٹکے رہ گئے، اب اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی تیاری کی جا رہی ہے اور اس کا دوسرا ایڈیشن انشاء اللہ تعالیٰ تیرا میم و اضافات کے ساتھ عنقریب منصفہ شہود پر جلوہ گر ہو رہا ہے جس میں احسن الکلام کا جواب لکھنے والوں کے جوابات کا خوب جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۵۱ ملک کے چند اکابر علماء نے حضرت والد محترم دامت بنوہم کو مشورہ دیا کہ



ایک تو یہ کتاب خالص علمی رنگ میں لکھی گئی ہے جس سے علماء اور طلبہ ہی صحیح طور پر مستفید ہو سکتے اور عوام الناس اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اور دوسرا یہ کہ یہ کتاب بہت ضخیم ہے جسے ہر کوئی شخص پر پڑھ بھی نہیں سکتا اس لیے علوم کے لیے محض نفس مسئلہ اور اس کے ضروری مباحث پر مشتمل ایک چھوٹا سا رسالہ اس کتاب سے ملخص کر کے شائع کرنا چاہیے تاکہ علماء کی طرح عوام بھی اس مسئلہ کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور غیر مقلدین حضرات نے عوام میں جو غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں ان کا ازالہ ہو سکے۔

حضرت مدظلہ نے پارٹ اس کام کے کرتے کا ارادہ فرمایا لیکن ان کی بے حد مصروفیات نے ان کو اس بات کی اجازت نہ دی اور کام بھی چونکہ بہت ضروری اور عجلت طلب تھا اس لیے احقر نے اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے باوجود اپنی علمی و عملی بے مائیگی کے بیڑا اٹھایا اور محض خداوند قدوس کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کام کا آغاز کیا اور اللہ جل جلالہ و عظم نوالہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس رسالہ کو مکمل کیا اس رسالہ میں جتنے مباحث ہیں وہ احسن الکلام ہی سے اخذ کئے گئے ہیں اگرچہ بعض مقامات پر ترتیب ایک ضروری مصلحت کے پیش نظر بدل دی ہے اور بعض جگہوں پر عبارت میں اجمال و تفصیل سے بھی کام لیا گیا ہے لیکن اس کا تانا بانا احسن الکلام ہی سے تیار کیا گیا ہے اس کتابچہ میں سند اور روایت کی توثیق و جرح پر اور نیز دیگر اعتراضات اور ان کے جواب



پر کوئی بحث نہیں کی گئی وہ جس صاحب ذوق نے دیکھنی ہو تو اصل کتاب  
احسن الکلام میں دیکھے ہاں صرف باحوالہ مسئلہ اس کتابچہ میں پڑھ لے۔

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت والد محترم مدظلہ کی صحت  
اور درازی عمر کے لیے دعا کریں اور اس حقیر کے لیے دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ  
اس حقیر پر تقصیر کو عظم نافع اور عمل صالح کی دولت عظمیٰ سے نوازے اور دین حق  
کی اور علماء کرام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین  
ثم آمین۔

خاکپائے علماء و اخوات

حقیر تقصیر حافظ محمد عبدالمبین خاں زامہ

متعلم مدرسہ نصرت العلوم گوہر الزوالہ

۹ صفر ۱۳۸۵ھ

۱۰ جون ۱۹۶۵ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ النَّبِيِّينَ  
 وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ هـ

## سبب تالیف

عالم انسانی میں ہر چیز کا وجود اسباب و علل اور دواعی و محرکات کے وجود پر موقوف ہے جب تک علت و جوہر اپنے تمام لوازم و دواعی کے ساتھ معرض وجود ہیں نہ آجائے کسی چیز کا عالم وجود میں آنا ممکن نہیں اگرچہ مسئلہ قرأت خلف الامام اپنے مثبت یا منفی پہلو کے لحاظ سے عمدہ صحابہ کرامؓ سے لے کر تا مہنوز بحث و تحقیق اور تطبیق و ترجیح کا محتاج رہا ہے اور ہر فریق نے اپنی صواب و ید کے مطابق اس کے محرم یا بیع پہلو پر خامہ فرسائی کی اور دلائل کو اجاگر کر کے اپنے مسلک کی تائید اور دوسرے فریق کو جواب دیا ہے مگر کتاب احسن الکلام کو اس خاص شکل و صورت اور ترتیب و دلائل کے ساتھ پیش کرنے کا بڑا سبب فریق ثانی کی حد سے زیادہ تجاوز اور گرم گفتاری ہے اور گویا ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ سچ



اے باد صبا میں ہمہ آوردہ ٹسٹ !

غیر مقلدین حضرات کا یہ دعوئے ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتا اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی اور بعض نے تو یہاں تک تجاوز کیا ہے کہ جہد احناف کو بے نماز اور مفسدین صلوٰۃ کے خطاب سے نوازا ہے چنانچہ ان حضرات کی تعدی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب (المتوفی ۱۳۲۷ھ) لکھتے ہیں کہ "بالخصوص قسم کھا کر کہے کہ خفیوں کی نماز نہیں ہوتی اور ان کی بیبیوں سے غیر مقلدین کو بلا طلاق نکاح جائز ہے" (تنقیح الشکیہ ص ۳۵) اور ایک غیر مقلد مگر منصف مزاج عالم لکھتے ہیں کہ "اول تحریر ایک ہمارے ہی علماء اہلحدیث کی پرچہ تنظیم میں طبع ہوئی تھی جس میں مولانا موصوف نے مدرک رکوع کے اعتداد والوں کو محکمہ فی النار تک کا حکم صادر فرما دیا تھا نتیجہ اس طرح نکالا تھا کہ مدرک رکوع سے فاتحہ منقور ہوتی ہے لہذا اس کی نماز نہیں جس کی نماز نہیں وہ بے نماز ہے بے نماز کافر ہے اور وہ محکمہ فی النار ہے (بلفظہ) بحوالہ اتمام الركوع فی ادراک الركوع ص ۱ طبع کروہ میمنجر رسالہ صحیفۃ اہلحدیث صدر دہلی۔

اور اب کراچی سے ایک کتابچہ بنام "فصل الخطاب فی قرأت فاتحۃ الكتاب" کتب خانہ اہلحدیث ۱۱۹ نیو کلاٹر مارکیٹ کراچی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں انتہائی فراخ دلی سے روئے زمین کے احناف کو انعامی چیلنج کیا گیا ہے اور روئے زمین کی چیدہ چیدہ ہستیوں کو لکارا گیا ہے اس چیلنج کے اصل الفاظ یہ ہیں۔



انعامی چیلنج :- تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے  
 جیسا کہ ہم اہلحدیث امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع  
 صریح صحیح بحوالہ صحاح ستہ و ماوافق بہا دکھاتے ہیں ایسا ہی وہ امام کے  
 پیچھے سورۃ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے  
 بحوالہ صحاح ستہ و ماوافق بہا دکھا دیں تو ہم ان کو اس حق محنت وادہمت نفع  
 صداقت کے صلہ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے میں مبلغ ایک سو روپیہ  
 دینے کو تیار ہیں انشاء اللہ کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دل حنفی جو میدان مناظر  
 میں کودے اور امام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دکھا کر مبلغ پانچ سو  
 روپیہ کا انعام حاصل کرے دیدہ باید۔

اس انعامی چیلنج کو شائع کئے ہوئے آج تیرہ سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے  
 اور تقریباً یہ چیلنج بارہ ہزار کی تعداد میں طبع کر کر علماء اور حملاہ کے ہاتھوں میں  
 پہنچا چکے ہیں۔ دیوبند، ڈابھیل اور ہندوستان و پاکستان کے احناف کے بڑے بڑے  
 مدارس میں بھی پہنچ چکا ہے احناف کے مقتدر علماء مفسر کفایت اللہ صاحب مولانا  
 حسین احمد مدنیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی خدمت میں پیش ہو چکا ہے لیکن اس  
 وقت تک کسی حنفی کو یہ جرأت نہیں ہوئی اور نہ ہی آئندہ ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ کہ  
 وہ دنیا کی کسی کتاب سے ایک حدیث ہی موجب شرائط مندرجہ درجہ چیلنج پیش کر کے انعام  
 حاصل کرنے کے علاوہ مذہب حنفی پر اصرار کرنا لیکن کرتا کہاں سے جب کہ اس طرح ایک



حدیث کسی دنیا کی اسلامی کتب میں موجود نہ ہو اور یقیناً نہ ہو انتہی بلفظہ فصل الخطاب  
 ص ۱۰ و ص ۱۱ اس شاہی اور فرائد لائے الثانی چیلنج کے بعد اسی کتابچہ کے آخری صفحہ  
 پر یہ اعلان ان الفاظ سے دہرایا گیا ہے "تمام دنیا کے علماء احناف کو کھلا چیلنج"۔

ہم تمام علماء احناف ہند، سندھ، پنجاب، بنگال، خراسان، عربستان  
 چین، جاپان، افریقہ، امریکہ، آسٹریلیا، یورپ، مصر، عراق وغیرہ کو بذریعہ چیلنج و  
 اشتہار ہذا کے دعوت دیتے ہیں کہ ان مسائل مندرجہ ذیل کو کسی آیت یا حدیث  
 صحیحہ مرفوعہ متصل سے اور وہ حدیث جس مسئلہ کے ثبوت میں پیش کیں  
 نص صریح صحاح و ما وافق بہا سے ثابت فرمادیں تو ہم ان  
 کو اس حق محنت و ادب ہمت، تمغہ صداقت کے صلہ میں ہر آیت اور ہر  
 حدیث کے بدلہ میں پچیس ل روپیہ انعام دیں گے انشاء اللہ۔

۱۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدیوں کو فاتحہ سے منع کرنا۔

(پھر نو عدد مسئلے لکھ کر اور تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ تحریر فرما کر بحث کو اس  
 اعلان پر ختم کیا ہے) هَلْ مِنْ مَبَارِزٍ بَارِقَةٍ یعنی کیا ہے روئے زمین پر کوئی  
 زندہ دل اور خوش نصیب حنفی بھائی جو میدان میں کودے اور ہم سے سینکڑوں  
 روپیہ کا انعام حاصل کرے دیرہ باید انتہی بلفظہ فصل الخطاب) اور اب فصل الخطاب  
 ص ۱ کے جدید ایڈیشن میں یہ دعوے کیا گیا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں  
 سورہ فاتحہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے۔ کالعدم ہے بیکار ہے اور باطل ہے



(ملفوظ) مشہور غیر متقلد مولوی ابوالشکور عبدالقادر صاحب حصار دی لکھتے ہیں کہ :

حق مذہب اہل حدیث ہے اور باقی جھوٹے اور جہنمی ہیں تو اہل حدیثوں پر واجب ہے کہ ان تمام گمراہ فرقوں سے بچیں (ملفوظ سیاحت الجنان بنا کتبہ اہل الایمان ص ۱) اور نیز لکھا ہے کہ متقلدین حنفیہ کے ہر دو فرقے دیوبندی اور بریلوی بلاشبہ گمراہ ہیں اور اہل حدیثوں جیسے مسلمان نہیں (ایضاً ص ۱) اور پھر لکھا ہے کہ خواص تو جانتے ہیں میں عوام کی خاطر کچھ عرض کرتا ہوں کہ متقلدین موجودہ دس وجہوں سے (جن میں ایک ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے) گمراہ ہیں اور فرقہ ناجیہ سے خارج ہیں جن سے مناکحت جائز ہے (ملفوظ ص ۵) اور پھر آگے لکھا ہے کہ سچا فرقہ اور ناجیہ المحدث ہے باقی سب فی النار والسرور ہیں لہذا مناکحت فرقہ ناجیہ کی آپس میں ہونی چاہیئے اہل بدعت سے نہ ہونا کہ مخالفت لازم نہ آئے (ملفوظ ص ۲) یہ اور اس قسم کے دیگر اقتباسات کو پیش نظر رکھ کر پڑھے آدمی کو ضرور شبہ ہو جاتا ہے کہ حنفی معاذ اللہ گمراہ ہیں اور ان کی گمراہی کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ترک القراءۃ خلف الامام بھی ہے اس مجبوری کے پیش نظر ہم نے یہ کتاب سہل زبان میں لکھی ہے تاکہ منصف مزاج حضرات خود فیصلہ کر لیں کہ حق کس کے ساتھ ہے ۔

فریق ثانی کے تیرھویں صدی ہجری کے وکیل عظیم مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری (المتوفی ۱۳۵۲ھ) جن کی کتاب تحقیق الکلام پر فریق ثانی کے مسئلہ پر بحث پر مناظرہ کا دار و مدار ہے ۔ امام خطابی (المتوفی ۳۸۵ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں



کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف تھا ایک گروہ قرأت خلفت الامام کا قائل  
 اور دوسرا گروہ منکر تھا اسی لئے فقہاء کرامؓ اور ائمہ دینؒ کا بھی اس میں اختلاف ہے  
 ایک طائفہ مطلقاً وجوب کا قائل ہے اور دوسرا مطلقاً مناعت کا اور تیسرا گروہ  
 سری نمازوں میں قائل ہے اور چہری میں قائل نہیں ہے (محصلاً تحفۃ الاحوذی  
 جلد ۱ ص ۲۵۷) اندر یہ حالات انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ فریق ثانی جس پہلو کو حق  
 اور صحیح سمجھتا شدت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوتا لیکن اس اختلافی مسئلہ میں  
 دوسروں کی تکفیر و تضییق ہرگز نہ کرتا اور ان پر تعدی و تجاوز سے گریز کرتا مگر آپ  
 دیکھ چلے ہیں کہ وہ تو ان کو دمعاذ اللہ زرا گمراہ اور ناجی فرقہ سے ہی خارج نہیں کر  
 سکتے بلکہ ان کو فی النار والسقر کر کے ہی خوشی محسوس کرتے ہیں (العیاذ باللہ) اور بایں ہمہ  
 ظلم و جور فریق ثانی سلف صالحینؓ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور عوام کو یہ باور کرا رہا  
 ہے کہ سنت صحیحہ صرف مجھے الاٹ ہے اور اس کا بلا شرکت بغیرے واحد ٹھیکیدار  
 ہی میں ہوں اور مجھے ہی دین کا نعم ہے۔ فواستغفر۔

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو  
 نہ لائے تاب جو غم کی وہ میرا زوال کیوں ہو



# باب اول

اصل دین آمد کلام اللہ معظم و اشتن  
پس حدیث مصطفیٰ بر جہاں مسلم و اشتن

اہل اسلام پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرآن کریم کو قطعیت اور یقین کا جو درجہ حاصل  
ہے وہ دنیا میں کسی اور کتاب کو ہرگز حاصل نہیں ہے اس لحاظ سے جس مسئلہ  
پر قرآن کریم کی کسی آیت سے روشنی پڑتی ہو وہ مسئلہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔  
اور جس گمراہی کے ماتھے میں قرآن پاک کی آیت بطور دلیل موجود ہو وہ یقیناً برحق ہوگا  
بھگد اللہ تعالیٰ جمہور اہل اسلام کے پاس امام کے پیچھے ہر قسم کی قرأت ترک کرنے کے  
بارے میں نص قطعی موجود ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ  
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔  
اور جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اس کی طرف  
کان لگاؤ رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔



وہ اعراف (۴)۔

جمہور اہل اسلام کا بیان ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ قرأتِ عظمیٰ پر روشنی ڈالی ہے کہ جب امام قرآن کریم کی قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ صرف یہ ہے کہ نہایت توجہ کے ساتھ اس کی طرف کان لگائے رکھیں اور خود خاموش رہیں امام کا وظیفہ قرأت کرنا اور مقتدیوں کا وظیفہ صرف استماع اور انصاف یعنی توجہ کرنا اور خاموش رہنا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں پہلی روایت امام ابن جریرؒ اس المفسرین حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس آیت کی تفسیر یوں نقل فرماتے ہیں کہ:

صَلَّىٰ ابْنُ مَسْعُودٍ فَسَمِعَ اَنَاسًا يَقْرَأُونَ مَعَ الْإِمَامِ فَلَمَّا انْصَوَتْ قَالَ أَمَّا أَنْ لَكُمْ أَنْ تَفْهَمُوا أَمَّا أَنْ لَكُمْ أَنْ تَعْقِلُوا إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَكُمْ أَمْرًا مِّنْ اللَّهِ تَعَالَى (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۸)

حضرت ابن مسعودؓ نے نماز پڑھی سو انہوں نے چند آدمیوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے سنا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ تم عقل اور سمجھ سے کام لو اور جب قرآن کی قرأت ہوتی ہو تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

یہ صحیح روایت و محتاج سے یہ بات ثابت کرتی ہے کہ پڑھنے والے امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ نے ان کو عقل و فہم سے کام



نہ لینے پر تنبیہ فرماتے ہوئے امام کے پیچھے قرأت سے منع فرمایا اور یہ بات بھی عیاں کر دی کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو استماع اور انصات کا حکم دیا ہے جو امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہوں۔ اور یہی حضرت ابن مسعودؓ ہیں جو کتاب اللہ کے عالم ہونے میں تمام صحابہ کرامؓ جی کہ خلفاء راشدینؓ سے بھی بڑھے ہوئے تھے اور جن کو ہر سورت اور ہر آیت کا شان نزول بخوبی معلوم تھا۔

دوسری روایت :- حضرت امام بیہقیؒ کتاب القراءۃ میں حضرت ابن مسعودؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ  
 إِمَامٍ أَلِصْتُ بِالْقُرْآنِ كَمَا  
 أُمِرْتُ فَإِنَّ فِي الْقِرَاءَةِ لَشُغْلًا وَ  
 سَيِّئُفِيلُكَ ذَلِكَ إِنْ مَامَ -  
 (کتاب القراءۃ ص ۷۳)

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام کے مجھے خاموشی اختیار کرو جیسا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کیونکہ خود پڑھنے سے امام کی قرأت سننے سے آدمی رہ جاتا ہے اور امام کا پڑھنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت بھی صحیح ہے اور خطاب ان لوگوں کو ہے جو امام کے پیچھے قرأت کر رہے تھے جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ (رضی اللہ عنہ) سے اس آیت کی تفسیر میں متعدد روایات مروی ہیں مگر اس جگہ ہم صرف دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔



پہلی روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءة میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى  
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ  
وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ  
يَعْنِي فِي الصَّلَاةِ الْمَقْرُوءَةِ۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیہ کریمہ وَإِذَا  
قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ فرضی نماز کے بارے  
میں نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءة ص ۷۳)

حضرت ابن عباس رضی کی اس روایت کا مفہوم واضح ہے کہ اس آیت میں  
استماع اور انصات کا جو حکم آیا ہے وہ شان نزول کے اعتبار سے صرف فرضی  
نمازوں کو شامل ہے گو غیر فرضی نمازوں و نماز عید و تراویح وغیرہ اور خطبہ کو  
بھی عموم الفاظ کے لحاظ سے یہ شامل ہے۔

دوسری روایت: حضرت امام بیہقی کتاب القراءة میں نقل فرماتے ہیں  
کہ حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ۔

الْمُؤْمِنُ فِي سَعَةٍ مِّنَ الْإِسْتِمَاعِ  
إِلَيْهِ إِلَّا فِي صَلَاةٍ مَّقْرُوءَةٍ  
أَوْ الْمَكْتُوبَةِ أَوْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَوْ  
يَوْمِ الْفِطْرِ أَوْ يَوْمِ الْاَضْحَىٰ يَعْنِي إِذَا  
قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ كِتَابُ الْقُرْآنِ (ص ۷۳)  
آیتہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ الْحَرَامُ کے پیش نظر مومن  
پر کوئی پابندی نہیں کہ وہ سنے یا نہ سنے مگر  
فرضی نماز، نماز جمعہ، عید الفطر اور عید  
الاضحیٰ کے موقع پر اس کے لیے کوئی گنجائش  
نہیں ان حالات میں تو ہر حال اس کیلئے



استماع اور انصاف ضروری ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی سابق روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ آیہ کریمہ مذکورہ کا شان نزول فرضی نماز ہے اور اس روایت میں وہ عموم الفاظ کے پیش نظر خطبہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کو بھی شامل کرتے ہیں اور ان سب کا حکم بھی استماع اور انصاف بیان فرماتے ہیں۔

حضرت مجاہد بن جبرؓ (المتوفی ۱۰۲ھ) اس آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول نماز ہے یعنی انصاف اور استماع کا حکم امام کے پیچھے نماز ادا کرنے والوں کے لیے ہے (کتاب القراءة ص ۳۷)۔

حضرت سعید بن مسیبؓ (المتوفی ۹۲ھ) بھی اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہی بیان فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهَا یعنی یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (کتاب القراءة ص ۳۷)۔  
حضرت حسن بصریؓ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهَا وَأَنْصِتُوا لَهَا یعنی اس آیہ کریمہ کا شان نزول نماز ہے (کتاب القراءة ص ۳۷)۔

حضرت امام زہریؓ (المتوفی ۱۲۵ھ) فرماتے ہیں کہ :-

لَا يَقْرَأُ امْرَأٌ وَلَا رَجُلٌ إِلَّا مِمَّا يَجْهَرُ فِيهِ إِلَّا مِمَّا يُكْفِيهِمْ قِرَاءَةً  
امام کے پیچھے جہری نمازوں میں تہدیٰ کو قراۃ کر نے کی مطلقاً گنجائش نہیں ہے



الِإِمَامِ وَإِنْ لَّمْ يَسْمَعْ صَوْتَهُ وَ  
لَكِنْ يَقْرَأُ فِيهِمَا لَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا  
فِي أَنْفُسِهِمْ وَلَا يَصْلُو لِأَحَدٍ خَلْفَهُ  
أَنْ يَقْرَأَ مَعَهُ فِيهِمَا يَجْهَرُ بِهِ سِرًّا  
وَلَا عَلَانِيَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ  
وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ  
أُولَئِكَ رُكُوبُ الْقِرَاءَةِ (۵۷)

امام کا پڑھنا ہی مقتدی کو کافی ہے چاہے  
مقتدی کچھ بھی نہ سنتا ہو اس کو نہ جہر سے  
پڑھنا جائز ہے اور نہ آہستہ ہاں سہری  
نمازوں میں وہ اپنے دل میں قرائت کر  
سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع  
ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب  
قرآن کریم پڑھا جاتا ہو تو تم خاموش  
رہو اور اسے سنو۔

سہری اور جہری نمازوں کا بیان اپنا جگہ پر ہو گا لیکن بہر حال امام نہری  
بھی اس آیت کریمہ کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام بتلائے ہیں۔

حضرت عبید بن عمیر (المتوفی ۳۷ھ) اور حضرت عطاء بن ابی رباح (۷۰ھ)  
(المتوفی ۳۷ھ) سے مروی ہے کہ وہ دونوں بزرگ ایک جگہ باتیں کر رہے  
تھے اور پاس ہی ایک واعظ وعظ کر رہے تھے راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان دونوں  
بزرگوں کو کہا کہ آپ ذکر کیوں نہیں سنتے اور کیوں وعید کے مستوجب ہو رہے ہیں؟  
ان دونوں نے میری طرف نگاہ اٹھائی اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے میں نے  
پھر دوبارہ کہا تو پھر ان بزرگوں نے میری طرف دیکھا اور باتیں شروع کر دیں  
پھر جب میں نے سہ بارہ کہا تو دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ جو آیت تمہارے پیش نظر



ہے یعنی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ الْخُتُوبِہِ آیت نماز کے متعلق ہے  
 نہ کہ وعظ وغیرہ کے متعلق۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۹ ص ۱۸۱ و تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۶۲۳)

حضرت محمد بن کعب القرظی (المتوفی ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان  
 اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے قرأت کیا کرتے تھے  
 جب آپ قرأت کرتے تو صحابہ بھی ساتھ ساتھ قرأت کرتے جاتے اس پر یہ  
 آیت کریمہ نازل ہوئی وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ الْخُتُوبِہِ جب قرآن کریم  
 پڑھا جاتا ہو تو تم خاموشی اور توجہ کیساتھ اسے سنو تاکہ تم رحم کئے جاؤ (کتاب التقرات ص ۱۹)  
 حافظ ابن کثیر آیہ مذکورہ کے متعلق مفسرین کے اقوال نقل کرتے ہوئے  
 فرماتے ہیں کہ :-

صَحَابُكَ، اِبْرَاهِيْمُ ثَعْلَبِيٌّ، قَتَادَةُ شَعْبِيٌّ، سُلَيْمٌ  
 اور عبد الرحمن بن زيد بن اسلم رحمہم اللہ تمام  
 یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول  
 نماز ہے۔

وَكَذَٰلِكَ اَلَمْ يَصْحَاكُ وَاِبْرَاهِيْمُ  
 الثَّعْلَبِيُّ وَقَتَادَةُ وَالشَّعْبِيُّ وَالسُّدِّيُّ  
 وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ اَسْلَمَ  
 اَنَّ الْمُرَادَ بِذَٰلِكَ الصَّلٰوةَ۔

(ابن کثیر ص ۲۸۱ ج ۲)

حضرات! ابھی بہت سی مسند روایتیں تابعین و اتباع تابعین اور مفسرین  
 کرام سے اس آیت کی تفسیریں موجود ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے انہیں  
 نظر انداز کرتے ہیں اور چند معتبر تفسیروں کے حوالے ہدیہ ناظرین کرتے



ہیں بغور ملاحظہ فرمادیں۔

امام ابن جریر طبری (رحمۃ اللہ علیہ) (۱۳۱ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارے میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب سے زیادہ راجح قول یہ ہے کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز اور خطبہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وَقَدْ صَحَّ الْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا ذَكَرْنَا مِنْ قَوْلِهِ وَإِذَا قَرَأَ إِلَّا مَامُ فَإِنْصُرُوا فَإِنَّ نَصَاتُ خَلْفَهُ بِقِرَاءَةٍ وَاجِبَةٍ عَلَى مَنْ كَانَ بِهِ مَوْتًا سَامِعًا قِرَاءَتَهُ لِعَدْوِهِ ظَاهِرِ الْقُرْآنِ وَالْخَبَرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ صحیح حدیث مروی ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو لہذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کر رہا ہو اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش ہو کر امام کی قرأت سنے کیونکہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث سے یہی ثابت ہے۔

(تفسیر ابن جریر جلد ۵ ص ۱۱۲)

امام حسین بن محمود بغوی (رحمۃ اللہ علیہ) (۵۱۹ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد اپنی تحقیق یوں درج فرماتے ہیں کہ۔

وَالْأَوَّلُ أَوَّلِي وَهُوَ أَنَّهَا فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ لِأَنَّ الْأَيَّةَ مَحْشِيَّةً

ان سب میں سے راجح قول پہلا ہے وہ یہ کہ آیہ مذکورہ کا شان نزول نماز ہے



وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَجَبَتْ بِأَمْرِ نَبِيِّهِ  
وَالْفَقُّوْا عَلَى أَنَّهُ مَا مَوْزِيهِ  
بِأَلِ نَصَاتِ حَالَةٍ مَا يَخْطُبُ  
إِلَى هَامٍ (تفسير معالم التنزيل على ابن  
ابن كثير جلد ۳ ص ۶۲۳)

ایسے کہ یہ آیت مکی ہے اور جمعہ تو مدینہ  
میں فرض ہوا لہذا خطبہ اس کا شان نزول  
کیونکہ ہو سکتا ہے ہاں مگر سب علماء کا  
اتفاق ہے کہ خطبہ کے وقت بھی سامع کو  
خاموش رہنا چاہیے۔

امام بخاری نے یہ معاملہ بالکل صاف کر دیا ہے کہ اس آیت کا شان نزول تو  
صرف نماز ہے خطبہ کسی طرح بھی اس کا شان نزول نہیں ہو سکتا ہاں قرآن کریم  
کے عموم الفاظ اور ائمہ دین کے اتفاق سے خطبہ کے وقت خاموش رہنا بھی لازم ہے  
علامہ محمود بن محمد زحشری (المتوفی ۵۲۸ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

ظَاهِرُهُ وَجُوبُ الْإِسْتِمَاعِ وَالْإِنْعَادُ  
وَقَدْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فِي صَلَاةٍ  
وَعَبَّرَ صَلَاةً وَقِيلَ كَأَنَّهُ يَتَكَلَّمُونَ  
فِي الصَّلَاةِ فَزَلَّتْ ثُمَّ صَارَ سُنَّةٌ  
فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ أَنْ يَنْصَتَ الْقَوْمُ  
إِذَا كَانُوا فِي مَجْلِسٍ يُقْرَأُ فِيهِ  
الْقُرْآنُ (تفسير كشاف للزمخشري

آیت کا ظاہری مفہوم اس بات پر دل  
ہے کہ نماز یا غیر نماز ہر حالت میں قرآن  
کی طرف توجہ کرنا اور خاموش رہنا ضروری  
ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لوگ نماز میں تکلم  
کیا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل  
ہوئی پھر یہ سنت ہے کہ خارج از نماز  
اگر کسی مجلس میں قرأت ہوتی ہو تو

سامع خاموشی اختیار کرے۔

جلد ۱ ص ۵۲۳)



تقاضی بیضاوی (المتوفی ۱۱۵۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

فَزَلَّتْ فِي الصَّلَاةِ كَالَّذِي ابْتِكَلَتْ

یہ آیت نماز کے بارہ میں نازل ہوئی ہے

فِيهَا فَأَمَرُوا بِاسْتِمَاعِ قِرَاءَةِ الْإِمَامِ

لوگ نماز میں تکلم کیا کرتے تھے تو اس کے

وَالْإِنْصَاتِ لَهُ وَظَاهَرُ اللَّفْظِ يَقْتَضِي

ذریعہ ان کو قرأت امام کی طرف توجہ

وَجَرِّهِمْ مَبَاحِثَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مُطْلَقًا

کرتے اور خاموش رہنے کا حکم کیا گیا ہے آیت

وَعَامَّةُ الْعُلَمَاءِ عَلَى اسْتِمَاعِ بِهَمَا

کا ظاہر مقتضی یہ ہے کہ جہاں بھی قرأت

خَارِجَ الصَّلَاةِ۔

ہو وہاں استماع اور انصات ضروری ہو

(تفسیر بیضاوی ص ۲۰۸)

لیکن اکثر علماء قرأت خارج الصلوٰۃ

میں انصات اور استماع کو صرف مستحب قرار دیتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ (المتوفی ۷۴۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے

ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم مومنوں کے لیے بصیرت

ہدایت اور رحمت کا موجب ہے تو اس کے بعد قرآن مقدس کے احترام اور اس

کی تعظیم کا عملی طریقہ بتایا کہ جب قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہو تو اس وقت تم خاموش

رہو نہ جیسا کہ مشرکین قرآن سننے وقت شور و غل مچایا کرتے تھے آگے لکھتے ہیں۔

لَكِنْ يَتَأَكَّدُ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ

لیکن احادیث سے ہو کہ طور پر خاموش رہنے کا

الْمَكْتُوبَةُ إِذَا جَهَرَ الْإِمَامُ بِالْقُرْآنِ

حکم صرف امام کے پیچھے فرضی نمازوں

كَأَنَّهُ مُسْلِمٌ فِي صَاحِبِهِ مِنْ

میں اقتدار کرنے والوں کے لیے معلوم ہوتا



حَدِيثِ ابْنِ مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ  
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ  
 لِيُؤْتَى بِهِ فَإِذَا كَثُرَ فَكَبِّرُوا  
 وَإِذَا قَرَأُوا فَأَنْصِتُوا وَكَذَلِكَ رَوَاهُ  
 أَهْلُ السَّنَنِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ  
 هُرَيْرَةَ أَيْضًا وَصَحَّحَهُ مُسْلِمُ بْنُ  
 الْحَاجَّاجِ وَكَانَ يُخْرِجُهُ فِي الْكِتَابِ  
 تَفْسِيرِ ابْنِ كَثِيرٍ جُلْد ۲ ص ۶۲۳ مَعَ الْمَعَالِمِ

علامہ ابوالسعود (المتوفی ۹۸۲ھ) آیہ مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :-

فَاسْتَمِعُوا لَهُ اسْتَمَاعٌ تَحْقِيقٌ  
 وَقَبُولٌ وَأَنْصِتُوا أَيُّ اسْكُتُوا  
 فِي خِلَالِ الْقِرَاءَةِ وَرَاعُوا هَالِي  
 الْقَضَائِهَا تَعْظِيمًا لَهُ وَتَكْرِيمًا  
 لِذَلِكَ سَمِعَ إِلَى أَنْ قَالَ وَظَاهِرُ النَّظْمِ  
 يَقْتَضِي وَجُوبَ الاسْتِمَاعِ وَالْإِنْصَاتِ  
 عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ

ہے چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت  
 ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت نقل کی ہے کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب  
 امام تکبیر کے تو تم بھی کہو اور جب امام قرات  
 کرے تو تم خاموش رہو اسی طرح ارباب  
 سنن نے حضرت ابنی ہریرہؓ کی روایت  
 بھی باسندی پیش کی ہے اور امام مسلم نے  
 اس کی تصحیح کی ہے لیکن سند کے ساتھ  
 اپنے صحیح میں درج نہیں کی۔

یعنی قرآن کریم کی سماعت کی طرف الی توجہ  
 کرو جس سے تحقیق اور قبول حق کا جذبہ نظر  
 آئے اور اثنائے قرات میں بالکل خاموش رہو  
 اور قرات مکمل ہونے تک اسے پوری توجہ  
 سے سنو تاکہ توجہ کا مکمل فائدہ حاصل ہو۔  
 آیت کے ظاہری الفاظ کا تقاضا ہے کہ  
 نماز میں اور خارج از نماز جہاں بھی قرات



وَعِزُّهَا إِلَى أَنْ قَالَ وَحَبْنَهُمْ  
الصَّحَابَةُ عَلَى أَنَّهُ فِي اسْتِمَاعِ  
الْمُؤْتَمَرِ (تفسير الباقعور علی الکیر  
جلد ۳ ص ۵۰۳)

ہو وہاں خاموش رہنا چاہیے لیکن جمہور  
صحابہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ جو بی طور پر  
خاموش رہنا صرف مقتدی کے لیے ہے

علامہ سید محمد آلوسی مقتدی بغدادی (المتوفی ۱۲۸۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں  
رقمطراز ہیں کہ :-

لَا تَهَا تَقْتَضِي وَجُوبَ الْإِسْتِمَاعِ  
عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ  
وَعِزُّهَا وَقَدْ قَامَ الدَّلِيلُ فِي نَعْيِهَا  
عَلَى جَوَازِ الْإِسْتِمَاعِ وَتَعَرُّكِ قَبْقِي  
فِيهَا عَلَى حَالِهِ فِي الْإِسْتِمَاعِ  
لِلْجَهْرِ وَكَذَا فِي الْإِسْتِمَاعِ لِعَلَمِنَا  
بِأَنَّهُ يَقْرَأُ وَيُؤْمِدُ ذَلِكَ أَخْبَارُ  
جَمَّةً - (روح المعانی ص ۳۳ جلد ۹)

آیت کا مقتضی یہ ہے کہ نماز میں یا خارج  
میں جب بھی قرأت ہوتی ہو تو خاموش رہنا  
چاہیے لیکن خارج از نماز سماع و عدم  
سماع دونوں پر دلیل قائم ہو چکی ہے لیکن  
جمہری نمازوں میں بہر حال انصاف اور  
استماع ضروری ہے اسی طرح سہری میں  
بھی کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ امام قرأت  
کر رہا ہے اور متعوی حدیثیں اس کی تائید  
کرتی ہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو عمر ابن عبد البر (المتوفی ۴۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام  
مالک جمہری نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت کو صحیح نہیں



سمجھتے تھے۔

وَوَجْهَهُ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا قُرِئَ  
الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا  
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ لَا خِلَافَ أَنَّهُ  
نَزَلَ فِي هَذَا الْمَعْنَى دُونَ غَيْرِهِ  
وَمَعْلُومٌ أَنَّهُ فِي صَلَاةِ الْجَهْرِ لَوْ  
الْبَرُّ لَا يُسْمَعُ فَذَلَّ عَلَى أَنَّهُ  
أَمْرٌ أَوْ الْجَهْرُ خَاصَّةٌ رَجَحَ الْوَالِدُ  
أَوْ جَزَاءُ الْمَالِكِ جِلْد ۱ ص ۲۴۸

اور ان کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ہے  
کہ جب قرآن کریم کی قرأت ہوتی ہو تو  
تم متوجہ ہو کر اس کو سنو تاکہ تم پر رحمت  
کی جائے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں  
کہ اس آیت کا شان نزول صرف یہی ہے  
نہ کہ کوئی اور ظاہر ہے کہ اجتماع تو صرف  
جہری نمازوں میں ہی ہو سکتا ہے لہذا  
اس آیت سے جہری نمازیں مراد ہونگی  
نہ کہ بھری۔

یہ بات تو اپنے مقام پر آئے گی کہ آیت میں صرف اجتماع کا لفظ نہیں  
جو محض جہری نمازوں کو شامل ہے بلکہ اس میں انصاف کا لفظ بھی ہے جو بھری  
نمازوں کو بھی شامل ہے لیکن حافظ ابن عبد البر قرآن کریم کی اس آیت کا شان نزول  
صرف نماز اور مسئلہ قراۃ خلف الامام کو قرار دیتے ہیں اور اس حوالہ سے ہماری  
مراد بھی یہی امر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَالنِّزَاعُ مِنَ الصَّلَاتَيْنِ لَيْكِنَ الَّذِينَ  
مُسْأَلُهُ زِيَادَةُ فِي نِزَاعٍ كَوَافَرِيْنِ



يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ  
جُمْهُورُ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ وَمَعَهُمُ  
الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ الصَّحِيحَةُ وَالَّذِينَ  
أَوْجَبُوا عَلَى الْمَأْمُورِ قَدَرَهُمْ  
ضَعُفُ الْأَثَرِ -

(تنوع العبادات لابن تیمیہ ص ۱۶)

لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع  
کرتے ہیں وہ جمہور سلف و خلف میں وہ  
ان کے ہاتھ میں کتاب اللہ اور سنت صحیحہ  
ہے اور جو لوگ قرأت مقتدی پر واجب  
قرار دیتے ہیں تو ائمہ حدیث نے ان کی  
حدیث کو ضعیف کہا ہے۔

اور دوسرے مقام پر شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں کہ۔

وَقَوْلُ الْجُمْهُورِ هُوَ الصَّحِيحُ فَإِنَّ اللَّهَ  
سُبْحَانَهُ قَالَ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ  
فَأَسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ  
تُرْحَمُونَ قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ  
أَجْمَعَ النَّاسُ عَلَى أَنَّهَا تَقْرَأُ  
فِي الصَّلَاةِ -

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ ص ۴۱۲)

شیخ الاسلام مذکور ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

وَذَكَرَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ الْجَمْعَ عَلَى أَنَّهَا تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ  
وَذَكَرَ الْجَمْعَ عَلَى أَنَّهَا لَا تَجِبُ عَلَى الْمَأْمُورِ  
إمام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس بات  
پر لوگوں کا اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے

جمہور کا مسلک ہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ  
کا حکم ہے کہ جب قرآن کریم پڑھا جائے  
تو تم اس کی طرف توجہ کرو اور خاموش  
رہو تاکہ تم رحم کئے جاؤ امام احمد فرماتے  
ہیں کہ اس بات پر سب لوگوں کا اجماع  
ہے کہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز ہے



## حَالُ الْجَمْعِ -

(فتاویٰ جلد ۲ ص ۱۷۱)

بارہ میں نازل ہوئی ہے نیز جہری نمازوں

میں مقتدی پر قرأت واجب نہ ہونے پر بھی

امام موصوف نے اجماع نقل کیا ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الصمد صاحب پشاوری لکھتے ہیں کہ۔

وَأَوْصِيَهُمْ كَوْنُهَا فِي الصَّلَاةِ لَهَا

رَوَى الْبَيْهَقِيُّ عَنْ ابْنِ مَامٍ أَحْمَدَ

قَالَ أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّهَا فِي الصَّلَاةِ

(واعلم الاعلام في القراءة خلف الإمام ص ۱۷۱)

صحیح ترین بات یہ ہے کہ اس آیت کا

شان نزول نماز ہے جیسا کہ امام بیہقی نے

امام احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے وہ فرماتے

ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نماز کے بارے

میں نازل ہونے پر سب اجماع و اتفاق ہے۔

قارئین کرام! آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے لے کر مولانا عبد الصمد صاحب

تک چند محقق اکابر کے حوالے اور عبارات ملاحظہ کر لی ہیں کہ آیت وَإِذَا قُرِئَ

الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا أَلَيْسَ كَاشَانَ نَزُولِ نَمَازِہے اور اس کے ذریعہ

اللہ تعالیٰ نے مقتدیوں کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کیا ہے اور اس آیت

کریمہ میں باقی تمام سورتیں عموماً اور سورہ فاتحہ خصوصاً لفظ قرآن کا مصداق ہے

چنانچہ دو سر مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد لایا ہے کہ۔

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سُبْحَانَ الْمُنَافِقِ

وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ ۝ (پہلا - الحجرات - ۶)

اور البتہ وہی ہیں ہم نے آپ کو سنا کہ

جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن بڑے



درجہ کار۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ (المؤقی ۵۸) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-  
 اَمُّ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِ  
 وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔  
 ان سات آیات اور قرآن عظیم کا مصداق  
 سورہ فاتحہ ہے۔

(بخاری جلد ۲ ص ۶۱)

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تورات و انجیل اور زبور و قرآن کریم میں سورہ فاتحہ جیسی اور کوئی سورت نازل نہیں ہوئی۔

وَأَمَّا السَّبْعُ مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنِ  
 الْعَظِيمِ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ۔  
 اور بے شک سورہ فاتحہ سب سے بڑی اور  
 قرآن عظیم کا مصداق ہے جو مجھے عطا  
 ہوئی ہے۔  
 (دارمی ص ۴۴ طبع دمشق)

اور حافظ ابن کثیرؒ تحریر کرتے ہیں کہ :-

فَهَذَا نَصٌّ فِي أَنَّ الْفَاتِحَةَ هِيَ  
 السَّبْعُ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ۔  
 کہ یہ روایات اور اقوال اس بات پر نص  
 ہیں کہ سب سے بڑی اور قرآن عظیم کا مصداق  
 سورہ فاتحہ ہے۔  
 (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵)

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ



حضرت ابن عباسؓ امام ابراہیم النخعیؒ عبد اللہ بن عبید بن عمیرؒ ابن ابی ملیکہؒ شہر  
بن حوشبؒ حسن بصریؒ مجاہدؒ اور قتادہؒ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ سلع المثنیٰ اور قرآن  
العظیم کا مصداق سورہ فاتحہ ہے (تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص ۵۵)

اس اعتبار سے آیت کریمہ **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا**  
الآیۃ کا مطلب صاف طور پر یہ ہوگا کہ جب سورہ فاتحہ پڑھی جائے تو تم توجہ  
کرو اور بالکل خاموش رہو اور چونکہ اس آیت کریمہ کا شان نزول نماز اور خلعت  
الامام کا مسئلہ ہے جیسا کہ باحوالہ عرض کیا گیا ہے تو اس لیے امام کے پیچھے مقتدیوں  
کو دیگر سورتوں کی قرائت محموداً اور سورہ فاتحہ کی خصوصاً درست نہ ہوگی کیونکہ  
استماع و انصات کو رب العزت نے امر کے صیغوں کے ساتھ بیان فرمایا  
ہے اور ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر کی خلاف ورزی کی گنجائش  
اور جواز کہاں سے پیدا ہو سکتا ہے؟ لیکن خدا خونی اور سمجھ شرط ہے۔



# باب دوم

داریم یا خلاص سر بر خط تسلیم  
 با قول نبی چون و چرا نہ شنایم  
 قرآن و حدیث است شفاۓ دل بخور  
 قانون و اشارات و شفاۓ نہ شنایم

قرآن کریم کے بعد دلائل و براہین کے باب میں تمام اہل اسلام کے نزدیک حدیث کا مقام ہے کیونکہ جس مسئلہ کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً وضاحت فرمائی ہو وہ مزید کسی تشریح و تفصیل کا ہرگز محتاج نہیں ہوتا جمہور کامل جس طرح مسئلہ ترک قرأت خلف الامام میں قرآن کریم کی نص قطعی پر مبنی ہے اسی طرح ترک قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں ان کا دامن بحمد اللہ تعالیٰ صحیح احادیث سے بھی لبریز ہے چند صحیح اور حسن قسم کی حدیثیں اس پر مدنیہ قارئین کرام کی جاتی ہیں غور و انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث :- حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-

خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب



وَسَلَّمَ فَعَلَّمَنَا سُنَّتَنَا وَبَيَّنَّ لَنَا  
صَلَاتَنَا فَقَالَ إِذَا كَبَّرَ إِنْ مَامُ  
فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا -

در صحیح ابو یوسف جلد ۲ ص ۱۳۳ واللفظ له صحیح  
مسلم جلد ۱ ص ۱۸۱ منہ احمد جلد ۴ ص ۴۹۵  
ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۸۰

فرمایا اور سنت کی تعلیم دی اور نماز کا طریقہ  
بتلایا اور فرمایا کہ جب امام تکبیر کے تو تم  
بھی تکبیر کرو اور جب امام قرأت کرے تو  
تم خاموش رہو۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ قرأت کرتا امام کا فریضہ اور ڈیوٹی ہے۔  
مقتدیوں کا وظیفہ صرف خاموش رہنا اور انصات کرنا ہے اور ان کے لیے بغیر  
انصات کے اور کسی چیز کی گنجائش نہیں اور روایت چونکہ مطلق ہے اس لیے  
بڑی اور چھری دونوں قسم کی نمازوں کو شامل ہے۔  
دوسری حدیث: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں  
کہ :-

أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
خَطَبًا فَلَمَّا مَابَيْنَ لَنَا مِنْ  
صَلَاتِنَا وَيَعْلَمُنَا سُنَّتَنَا قَالَ أَقْبِعُوا  
الْصُّفُوفَ ثُمَّ لِيَوْمٌ مَكْرُهَاكُمْ كَمَا  
فَإِذَا كَبَّرَ إِلَّا مَامُ فَكَبِّرُوا وَإِذَا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب  
فرمایا اور نماز کا طریقہ سکھایا اور سنت کی  
تعلیم دی اور فرمایا کہ صفیں درست کیا کرو  
تم میں سے ایک آدمی امام بنے اور جب  
امام تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کرو اور جب امام



قَرَأُوا فَانصِتُوا۔ (البو عوانہ جلد ۲ ص ۱۳۲)

قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

واللفظ لہ۔ (البو داؤد جلد ۱ ص ۱۴۱)

تفسیری حدیث ۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَانصِتُوا وَإِذَا قَالَ غَيْرَ الْمُعْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِينَ فَقُولُوا آمِينَ۔

فرمایا جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب امام غیر الْمُعْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الصَّالِينَ پڑھے تو تم آمین کہو۔

(البو عوانہ جلد ۲ ص ۱۲۲)

ان تمام صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ قرأت کرنا امام کا کام ہے اور مقتدیوں کا کام صرف خاموش رہنا ہے اور آپ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ جب امام جہر کرے تو تم خاموش رہو بلکہ یہ فرمایا ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور یہ مفہوم عبادة النص کے طے پر جہری اور شری نمازوں کو شامل ہے جیسا کہ محضی نہیں ہے اور اس روایت کے صراحت سے ثابت ہوا کہ غَيْرِ الْمُعْضُوبِ عَلَيْهِمْ سے پہلے امام جو قرأت کرے گا اور مقتدی اس وقت خاموش ہو گا وہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ اور کوئی قرأت ہے ؟

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو جو متعدد کتب میں آئی ہے اور جس کو امام مسلم نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔ مندرجہ ذیل ائمہ حدیث سے صحیح کہا ہے۔

(۱) امام احمد بن حنبل (۲) امام مسلم (۳) امام نسائی (۴) امام ابن جریر (۵)



علامہ ابن حزمؒ (۱۶) امام منذریؒ (۷) حافظ ابن کثیرؒ (۸) امام اسحاق بن راہویہؒ -

(۹) امام ابو جبر بن اثرمؒ (۱۰) حافظ ابن حجرؒ (۱۱) امام ابو ذر عہ رازیؒ (۱۲) امام موفق الدین

ابن قدامہؒ (۱۳) امام شمس الدین بن قدامہؒ (۱۴) امام ابن خزیمہؒ (۱۵) امام ابو عمر

بن عبد البرؒ (۱۶) شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (۱۷) امام ابو عوانہؒ (۱۸) نواب صدیق حسن

خانؒ (۱۹) علامہ ماریوینیؒ (۲۰) علامہ عینیؒ (۲۱) امام ابن معینؒ (۲۲) امام عثمان

بن ابی شیبہؒ (۲۳) امام سعید بن منصور خراسانیؒ (۲۴) امام علی بن المدینیؒ (۲۵)

امام ابن صلاحؒ -

چوتھی حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ :-

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَرَمَا بِجَنَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَ بِهِ فَإِذَا  
نَمَى كَمَا نَمَى اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی

كَثُرَ فَكَبِيرٌ وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا  
اقتدا کی جائے پس جب امام بخیر کہے تو تم

وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ جَمْعِهِ  
بھی بخیر کہو اور جب امام قرائت کرے

فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ  
تو تم خاموش رہو اور جب امام سمع اللہ لمن

(رِشَالِ جَدَامَنَا)  
حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا ولك الحمد کہو۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ تمام نمازوں میں امام کا وظیفہ قرائت کرنا

اور مقتدی کا وظیفہ خاموشی کے ساتھ اس کی طرف متوجہ رہنا ہے۔

پانچویں حدیث :- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ



إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ إِذَا قَرَأَ إِلَّا مَامًا فَانصَبُوا

(كتاب القراءة للبیهقی ص ۹۲)

محضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا  
کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو

چھٹی حدیث: حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے - ۵۹

فرماتے ہیں کہ :-

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَرَأَ مِنْ صَلَاةٍ جَهَرَ فِيهَا

بِالْقُرْآنِ فَقَالَ هَلْ قَرَأَ مَعِيَ مِنْكُمْ  
أَحَدٌ إِنَّمَا فَقَالَ رَجُلٌ نَعَمْ أَنَا

يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَقُولُ

مَالِي أَنَا رِجْعُ الْقُرْآنِ فَإِنْ تَهَيَّئِ النَّاسَ  
عَنِ الْقِرَاءَةِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَهَرَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقِرَاءَةِ جُنْ

سِرْهُوَ إِذَا لَكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (موطا امام مالک ص ۲۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جہری  
نماز سے فارغ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے

کسی نے ابھی میرے ساتھ قرأت کی ہے؟  
ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جی ہاں

میں نے قرأت کی ہے تو محذور صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جہری تو میں اپنے

دل میں کہہ رہا تھا کہ میرے ساتھ قرآن کریم  
کی قرأت میں منازعت اور ٹھٹھا پائی کیوں

ہو رہی ہے؟ آپ کے اس ارشاد کے بعد جن  
نمازوں میں جہری آپ قرأت کرتے لوگوں

نے آپ کے پیچھے قرأت بالکل ترک کر دی تھی۔



یہ روایت موطا امام مالک کے علاوہ حدیث کی دیگر معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہے جس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی کلام نہیں ہو سکتا جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت میں یہ روایت قطعی ہے۔

نیز یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے جیسا کہ ابوداؤد (جلد ۲ صفحہ ۱۲) میں مذکور ہے جس میں تمام صحابہ کرام تقریباً موجود ہوں گے مگر ان میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص تھا اور آپ نے ان دیگر حضرات کو کچھ بھی نہیں کہا جنہوں نے آپ کے پیچھے قرأت نہیں کی بلکہ اسی کو ڈانٹ ڈپٹ کی جس نے قرأت کی تھی اور صحابہ کرام میں سے کسی نے اس کا حوالہ نہیں دیا کہ حضرت آپ نے قرأت کا خود حکم دیا تھا اب کیا کوئی نیا حکم آیا ہے جس میں اس کی ممانعت کی گئی ہو اور یہ ایک محال امر ہے کہ آپ نے تو تمام صحابہ کو قرأت کا حکم دیا ہو لیکن تعمیل کرنے والا صرف ایک ہی شخص ہو اور پھر آپ نے قیام رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ کو نیز تبسیع، تحمید اور تشہد کو ناگوار نہیں فرمایا اگر کوئی چیز ناگوار گذری ہے تو صرف اور صرف مقتدی کی قرأت! جہری نمازوں میں قرأت کی ممانعت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے؟

ساتویں حدیث :- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

مَا كَانَ مِنْ صَلَاةٍ يَخْتُمُ فِيهَا الْإِمَامُ  
 کہ جس نماز میں امام جہر کے ساتھ قرأت کرتا



بِالْقِرَاءَةِ فَلَيْسَ بِحَدِّ أَنْ يَقْرَأَ  
مَعَهُ (کتاب القراءۃ البیهقی ص ۹۹)  
ہو تو اس میں کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ امام  
کے ساتھ قرأت کرے۔

یہ روایت بھی اس بات کو واشکاف کرتی ہے کہ جہری نمازوں میں امام  
کے پیچھے قرأت کرنے کی مطلقاً اجازت نہیں۔

آٹھویں حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل  
کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:-

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرٍ الْكِتَابِ  
فَهِيَ خَدَاجٌ إِلَّا صَلَاةٌ خَلْفَ إِمَامٍ  
(کتاب القراءۃ للام البیهقی ص ۱۳۵)  
کہ ہر وہ نماز جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے  
تو وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے  
پڑھی جائے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔

اس روایت میں خلف الامام اور ام الكتاب کی قید کو خاص طور پر ملحوظ رکھنا  
چاہیے اور یہ بھی کہ آپؐ نے نمازوں میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کو لازمی قرار دیا ہے مگر  
مقتدی کے لیے اس کی قرأت کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑی۔

نویں حدیث: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ  
فرماتے ہیں کہ:-

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ  
كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرْأَةُ إِلَّا مَامَكَ  
قِرْأَةً (بحوالہ فتح القدیر جلد ۱ ص ۲۳۹)  
اے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا کہ جس شخص نے امام کی اقتداء کی تو  
امام کی قراءۃ اس کے لیے کافی ہے۔



اس روایت میں سڑی اور جہری کی کوئی قید نہیں ہے اس لیے یہ اپنے محوم پر ہے اور اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ امام کے پیچھے جب کسی نے اقتداء اختیار کر لی ہو تو مقتدی کو جدا اور الگ قرأت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ امام کا پڑھنا ہی گویا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

دسویں حدیث :- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

ان رجلاً صلے خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الظہر اور العصر یعنی یقرأ فادعی الیہ رجل فنهاہ فانی فلما انصرف قال اتھمائی ان اقرأ خلف النبی علیہ السلام فتذاکراحتی سمع النبی علیہ السلام فقال علیہ السلام من صلے خلف الامام فقرأہ الامام لہ قرأہ۔

ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اثنائے نماز میں جب اس نے قرأت کی تو ایک دوسرے آدمی نے اشارے سے اسے منع کیا مگر وہ نہ رکا اور نماز کے بعد اس شخص سے کہنے لگا جس نے اسے قرأت سے منع کیا تھا کہ تو مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع کرتا ہے دونوں آپس میں تکرار کر رہے تھے کہ حضور نے سن لیا اور ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو امام کی قرأت اس کو کفایت کرتی ہے

(کتاب القراءة للامام البیہقی ص ۱۰۲)



اس صحیح روایت میں ظہر یا عصر کی نماز کا ذکر ہے جو بالاتفاق سب سے  
نمازیں ہیں اور آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا بھی صرف ایک ہی شخص تھا حالانکہ  
صحابہ کرامؓ جس طرح نماز اور جماعت کی پابندی کرتے تھے وہ اور کس سے ہو سکتی  
ہے؟ ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش ہی یہ ہوتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی جائے مگر باوجود اتنی بڑی جماعت کے کثیر التعداد صحابہؓ  
میں سب نماز میں آپ کے پیچھے قرأت کرنے والا صرف ایک ہی شخص ملتا ہے اور  
باقی سب خاموش رہتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ایک شخص کی  
قرأت کو بھی گوارا نہیں کرتے اور اس کو امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے  
ہیں اگر امام کے پیچھے قرأت کی اجازت ہوتی اور خصوصاً سب سے پہلی نمازوں میں تو ضرور  
بالضرور حضورؐ اس کی تائید کرتے اور قرأت سے روکنے والے کو تہنید کرتے۔ اور  
اگر امام کے پیچھے قرأت کی مٹھوڑی سی بھی گنجائش ہوتی تو منع کرنے والے صحابی  
احسان صلوٰۃ سے صرف نظر کرتے ہوئے قرأت کرنے والے صحابی کو قرأت سے روکنے  
کے لیے اشارہ کرنے کی جرات کبھی نہ کرتے اور اگر سب سے پہلی نماز میں امام کے پیچھے  
قرأت کا جواز یا استحباب بھی ہوتا تو منع کرنے والے کو آپ فرما دیتے کہ ایک  
جاؤ اور مستحب حکم کے لیے تو نے اپنی توجہ دوسری طرف کیوں مبذول کی؟  
اور دوسرے صحابہؓ بھی منع کرنے والے کو یہ کہتے کہ بھائی تم نے اثنائے نماز  
میں بلا وجہ اس سے الجھنے کی کوشش کی ہے یہ بھی تو اچھا ہی کام کر رہا تھا۔ اگر



انصاف سے کام لیا جائے تو بغیر کسی خارجی قرینہ کے یہ روایت اس پر دلالت  
کرتی ہے کہ جہزی نمازوں کا تو قصہ ہی چھوڑیے ان میں بھلا امام کے پیچھے قرأت  
کی کب گنجائش نکل سکتی ہے؟ سہری نمازوں میں قرأت نہ تو جائز ہے اور نہ ہی  
مستحب تو پھر ضروری کیسے ہوئی؟

گیارہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن شدادؓ سے روایت ہے وہ  
فرماتے ہیں کہ :-

أَمْرٌ سَمِعْتُ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الْعَصْرِ قَالَ فَقَرَأَ رَجُلٌ خَلْفًا فَعَنْهُ  
النَّبِيُّ يَلِيْبُ فَلَمَّا أَنْ صَلَّى قَالَ لِمَا  
سَمِعْتُ نَبِيَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَلَ فِكْرُهُ  
أَنْ يَقْرَأَ خَلْفًا فَسَمِعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ كَانَ لَهُ أَمَامُ  
فَإِنْ قَرَأَتْهُ لَهُ قِرَاءَةً -

(موطا امام محمد ص ۹۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک  
دن عصر کی نماز میں امامت کرائی آپ کے  
پیچھے ایک شخص نے قرأت کی تو سناوا  
نے اُسے ذرا دیا یا تا کہ وہ قرأت کے باز آجائے  
جب نماز ختم ہو گئی تو اس نے کہا کہ تم  
نے مجھے کیوں ٹھولا اور دیا یا تھا؟ منع کرنے  
وائے نے کہا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم تیرے آگے امام تھے میں نے  
مناسب نہ سمجھا کہ تم بھی آپ کے پیچھے قرأت کرو  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا  
کہ جس کے لیے امام ہے اس امام کی قرأت ہی سہی کافی ہے



بارھویں حدیث :- حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے  
وہ فرماتے ہیں کہ :-

أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَنْ لَا أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ  
رِكَابَ الْقُرْآنَ لِلْإِمَامِ الْبَهِتِيِّ (ص ۱۳۹)

چونکہ قرآن خلف الامام کا مسدہ اپنے ایجابی اور سلبی لحاظ سے کسی صحابی سے  
مخصوص نہیں اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو کسی خاص  
مقصد کے لیے خطاب کیا ہوگا ورنہ حکم سب کے لیے عام ہے۔

تیرھویں حدیث :- حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ اپنا واقعہ  
بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

أَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالنَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِعٌ فَرَكَعَ  
قَبْلَ أَنْ يُصَلَّكَ إِلَى الصَّفِّ فَقَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَاوَكُ  
اللَّهُ حُرْصًا وَلَا تَعُدْ -

رسن اکبری جلد ۲ منہ صحیح بخاری جلد ۱۰  
مشکوٰۃ جلد ۱ ص ۹۹ زیلعی جلد ۲ ص ۲۹  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اشارہ  
فرمایا کہ خدا تیری نیکی کی حرص زیادہ کرے پھر  
ایمان نہ کرنا۔



ظاہر ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بغیر سورہ فاتحہ پڑھے رکوع میں شامل ہو گئے تھے معہذا ان کی اس رکعت کو اور ان کی اس نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح اور مکمل سمجھا اور ان کو اعادہ نماز کا حکم نہیں دیا اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا ہر رکعت میں ضروری اور رکن ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی یہ نماز کیسے صحیح ہو گئی؟

اس سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوا کہ مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ کی قرأت ضروری نہیں وہو المطلوب۔

چودھویں حدیث :- حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ :-

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي كُنْتُ صَلَاةَ قِرَاءَةٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ كُنْ مِنْ أَتَصَارِ وَجِبَتْ هَذِهِ فَقَالَ بِي دَسُّوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنْتُ أَقْرَبَ الْقَوْمِ إِلَيْهِ مَا أَرَى إِلَّا مَامَ إِذَا أَمَرَ الْقَوْمَ إِلَّا كَفَاهُمْ (رواقطنی جلد ۱ ص ۱۲۶ نسائی)

حضور علیہ السلام سوال کیا گیا کہ کیا ہر نماز میں قرأت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایک انصاری نے کہا پھر تو قرأت ضروری ہو گئی؟ ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ میں تمام اہل مجلس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا حضورؐ نے مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قرأت مقتدیوں کو کافی



یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۱ کتاب القراءۃ ص ۱۱۸  
 اور مجمع الزوائد جلد ۲ ص ۱۱ وغیرہ میں بھی مروی ہے اس کو موقوف فرار دینا  
 جیسا کہ امام دارقطنی وغیرہ نے کہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کے راوی سب  
 ثقہ ہیں اور محدثین کرام کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ ثقہ کی زیادت اور رفع مقبول  
 پندرہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں :-  
 کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَ الْوُضُوءَ  
 لَهُ قِرَاءَةً رُكْنًا الْقِرَاءَةُ لِبَيْتِي ص ۱۲۵ کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے یہ حدیث  
 بھی اپنے معنوم کے لحاظ سے بالکل واضح اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً  
 مروی ہے۔

سولہویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِفَاتِحَةِ  
 الْكِتَابِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ إِلَّا وَرَأَا الْوُضُوءَ  
 (کتاب القراءۃ للبیهقی ص ۱۲۶)  
 کہ ہر نماز جس میں نمازی سورۃ فاتحہ نہ  
 پڑھے تو اس کی نماز ادا نہ ہوگی مگر امام کے پیچھے  
 نماز پڑھنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔

یہ روایت بھی اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل عیاں ہے اور حضرت ابن  
 عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے۔

سترہویں حدیث :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ :-



رَوَاهُ الْخَلَدُ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ  
لَا يُقْرَأُ فِيهَا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهِيَ خَدَاجٌ  
إِلَّا أَنْ يَكُونَ ذُرَّاءُ الْإِمَامِ -

(معنی جلد ۲ ص ۲۰ طبع بولاق)

اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-  
رَوَى جَابِرٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ صَلَاةٍ لَا يُقْرَأُ  
فِيهَا بِأَمْرِ الْكِتَابِ فَهِيَ خَدَاجٌ إِلَّا  
ذُرَّاءُ الْإِمَامِ -

(شرح منقح جلد ۲ ص ۲ طبع بولاق)

اٹھارہویں حدیث :- حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-  
مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ  
لَهُ قَرَاءَةٌ - (رواہ احمد بن حنبل و سندہ -

امام شمس الدین ابن قدامہ الحنبلی فرماتے ہیں کہ :-

وَهَذَا اسنادٌ يَحْكُمُ مُتَّصِلٌ

یہ سند صحیح اور متصل ہے اور اس کے تمام

امام خلیل نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت  
جابر سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں  
سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ ناقص ہے  
مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے ہو -

حضرت جابر سے یہ روایت مروی ہے  
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا  
کہ ہر وہ نماز جو سورہ فاتحہ کے بغیر پڑھی جائے  
وہ ناقص ہے مگر وہ نماز جو امام کے پیچھے  
ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے -

یعنی جس آدمی نے امام کی اقتداء کر لی  
ہو تو امام کی قرأت ہی مقبوضی کو پس ہے -



راوی ثقہ ہیں۔

رِجَالُهُ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ

(شرح معنیٰ للکبیر جلد ۲ ص ۱۰۷ حاشیہ معنی)

انیسویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن یحیٰیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :-

هَلْ قَرَأَ أَحَدٌ مِنْكُمْ أَرْفًا

قَالُوا نَعَمْ قَالَ إِنِّي أَقُولُ مَا لِي

أُنَازِعُ الْقُرْآنَ فَإِنْتَهَى النَّاسُ عَنِ

الْقِرَاءَةِ مَعَهُ حِينَ قَالَ قَالُوا

(مذاہم جلد ۵ ص ۲۴۵)

کیا تم میں سے کسی نے ابھی میرے ساتھ

قرأت کی ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا

ہاں حضرت قرأت کی ہے آپ نے ارشاد

فرمایا کہ اسی لیے تو میں (دل میں) کہتا تھا

کہ میرے ساتھ قرآن کریم کی قرأت میں کیوں

منازعت اور کشمکش ہو رہی ہے؟ جب آپکا ارشاد

سنا تو لوگوں نے آپکے پیچھے قرأت ترک کر دی

امام ابو بکر مشہور (متوفی ۶۳ھ) اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :-

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرِجَالُ أَحْمَدَ رِجَالُ

الصَّحِيحِ (جمع الزوائد جلد ۱ ص ۱۰۹)

اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا

ہے اور امام احمد کی حدیث کے راوی سب

بخاری شریف کے راوی ہیں۔

یہ صحیح روایت بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے ائمہ اور کرنے والوں کو قرأت سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے تعمیل حکم



کرتے ہوئے آپ کے پیچھے قرأت ترک کر دی تھی کیونکہ امام کے ساتھ قرأت کرنے میں گواہی نہ ہو نماز سخت ہوتی ہے اور یہ رُفح نماز کے خلاف ہے بیستویں حدیث :- حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ایک طویل حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں امامت حضرت ابوبکرؓ کے سپرد کی اور خود نمازیں گھر میں پڑھتے رہے ایک مرتبہ آپ کو بیماری میں قدرے افاقہ ہوا تو دو آدمیوں کے سہارے آہستہ آہستہ چل کر مسجد کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹے جلتے تھے حضرت ابوبکرؓ نماز پہلے شروع کر چکے تھے اور ایک حد تک قرأت ہو چکی تھی آپ صفوں میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں جیسا پیچے چنانچہ وہ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی جگہ بیٹھ گئے اور امامت کا فریضہ بجالاتے رہے چونکہ بیماری کی وجہ سے آپ بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے مُبَکَّر کا فریضہ انجام دیا۔

وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ يَكُونَ مِنْكَ رَجُلٌ شَرِيفٌ  
وَلَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ حَتَّىٰ يَكُونَ مِنْكَ رَجُلٌ شَرِيفٌ

(ابن ماجہ ص ۸۵)

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ :-



فَقَرَأَ مِنَ الْمَكَانِ الَّذِي بَلَغَ  
أَبُو بَكْرٍ مِنَ السُّورَةِ (مسند احمد جلد ۱ ص ۲۰۹)

ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جس مقام تک پہنچ چکے  
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے  
شروع کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ارشاد ہوا ہے کہ :-

فَاسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مِنْ حَيْثُ رَأَتْهُ ابُو بَكْرٍ مِنَ الْقُرْآنِ  
(سنن الکبریٰ جلد ۳ ص ۸)  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں  
سے قرأت قرآن کا آغاز کیا جہاں تک ابو بکر  
پڑھ چکے تھے۔

یہ روایت طحاوی جلد ۱ ص ۲۲۵ شکل الآثار جلد ۲ ص ۲۴ طبقات ابن سعد  
جلد ۲ ص ۱۲ تصبب الرأب جلد ۲ ص ۱۸ اور درایہ ص ۱۰ وغیرہ میں مذکور ہے حافظ ابن  
عجر فرماتے ہیں مسند احمد اور ابن ماجہ کی سند قوی ہے۔ فتح الباری جلد ۵ ص ۶۱ اور  
دوسرے مقام پر لکھتے ہیں واسنادہ حسن (جلد ۲ ص ۱۱)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ سورہ  
فاتحہ کلاً (یا بعضاً) نہیں پڑھی پھر بھی آپ کی نماز ہو گئی غور فرمائیں کہ آپ بیمار  
تھے خود نہیں چل سکے بلکہ دو آدمیوں کے سہارے چلتے تھے پاؤں مبارک زمین پر  
گھسٹتے رہے نماز پہلے شروع ہو چکی تھی آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں صفوں میں  
گزر کر مصلی پر پہنچے سورہ فاتحہ کی سات آیتیں پھلا اس وقت ختم ہو سکی ہوگی؟  
حضرت امام شافعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ اس کی تصریح کرتے ہیں کہ آخری بیماری میں



آپ نے صرف یہی ایک نماز باجماعت ادا کی تھی در کتاب اللام جلد ۲ ص ۱۱۱ وفتح  
الباری جلد ۲ ص ۱۴۵) اگر سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے بے کار و باطل اور  
کالعدم ہوتی ہے جیسا کہ کہنے والے کہتے ہیں تو آپ کی یہ آخری نماز تو نہ ہوئی  
معاذ اللہ۔

قارئین کرام! روایات اگرچہ اس مسئلہ پر اور بھی ہیں اور پیش کی جاسکتی  
ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں منیب اور سمجھدار کے لیے یہ کافی ہیں صدی  
اندہاں کے لیے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

---



## باب سوم

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے بعد دینی مسائل میں جن حضرات کی طرف نگاہیں اٹھاسکتی ہیں وہ شیعہ بنوت کے پرولنے اور فیض رسالت کے مستفید صحابہ کرام کی مخلص جماعت ہی ہو سکتی ہے اور ان کے بعد تابعینؓ اور اتباع تابعین کا دور ہے۔ کیونکہ یہی وہ حضرات ہیں جو خیر القرون کے درخشندہ ستارے تھے جن کی سعی تبلیغ کی بدولت دنیائے کفر و شرک میں روشنی پھیلی بدعات و رسوم کا خاتمہ ہوا جمالت و تاریکی دنیا سے نیست و نابود ہوئی علم و عرفان کی روحانی بارش سے دلوں کی دنیا میں ایمان و بصیرت کی شادابی پیدا ہوئی مسئلہ قرأت خلف الامام کے بارے میں بعض صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ اتباع تابعینؓ اور بعض دیگر ائمہ عظامؓ کے آثار و اقوال پیش کئے جاتے ہیں غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ ان خلفاء راشدینؓ :- امام عبد الرزاقؒ حضرت موسیٰ بن عقبہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-



(۱) ابْنُ أَبِي كُرَيْبٍ وَعُمَرُ بْنُ عُثْمَانَ  
يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ إِمَامٍ  
رَجَوَالُهُ عُمَرُ الْقَارِي جلد ۳ ص ۶۱ وعلل السنن  
جلد ۵ ص ۸۵

حضرت ابو یوسفؒ، حضرت عمرؓ اور حضرت  
عثمانؓ امام کے پیچھے قرات کرنے سے  
منع کرتے تھے۔

(۲) امام محمدؒ نے موطا میں محمد بن عجلانؒ سے بواسطہ داؤد بن قیس نقل کیا  
ہے کہ :-

ابْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَيْتَ  
فِي فَمِ الَّذِي يُفَرِّقُ خَلْفَ الْإِمَامِ  
حَجْرًا - (موطا امام محمد ص ۹۸)  
حضرت عمرؓ نے فرمایا کاش جو شخص امام  
کے پیچھے قرات کرتا ہے اس کے منہ  
میں پتھر ڈالے جائیں۔

(۳) امام عبد الرزاقؒ اپنے مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ :-  
قَالَ عَلِيُّ بْنُ مَرْثُفٍ قَرَأْتُ مَعَ الْإِمَامِ  
فَلَيْسَ عَلَى الْفُطْرَةِ -  
حضرت علیؓ نے فرمایا جس شخص نے امام کے  
ساتھ قرات کی وہ فطرت پر نہیں۔

(رجوالہ الجوسر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

(۴) حافظ ابو عمر بن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ :-  
ثَبَّتَ عَنْ عَلِيٍّ وَسَعِيدٍ وَزَيْدِ بْنِ  
ثَابِتٍ أَنَّهُ قَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ  
لَوْ فِيمَا اسْتَمَرُوا وَفِيمَا جَهَرُوا - (رجوالہ الجوسر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

حضرت علیؓ اور حضرت سعیدؓ اور حضرت زیدؓ  
بن ثابتؓ ثابت ہے کہ امام کے ساتھ نہ ہری  
نمازوں میں قرات کی جاسکتی ہے اور نہ جہری نمازوں میں



۱) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن مسعودؓ سے دریافت کیا :-

أَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ إِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَكَتُكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ (الجواهر النقی جلد ۲ ص ۱۷۱)

کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں تو حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے

(۲) حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا :-

لَيْسَ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ مُلِيًّا قَوْلُهُ مُتْرَكًا

کاوش کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بھر دیا جائے

(طحاوی جلد ۱ ص ۱۱۲ ج ۲ ص ۱۱۲)

(۳) امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا کہ :- کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ قرآن کے لیے خاموش رہو۔ امام قرأت میں مشغول ہے اور تجھے امام کی قرأت کافی ہے۔

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ فَقَالَ أَنْصِتْ لِلْقُرْآنِ فَإِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلًا وَسَكَتُكَ ذَاكَ الْإِمَامِ (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۱)

۱) حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے دریافت کیا :-

أَقْرَأُ الْإِمَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ لَا

کہ کیا میں امام کے پیچھے قرأت کر سکتا ہوں



۱۲۹ طحاوی جلد ۱۲۹ النبی علیہ السلام و آثار السنن جلد ۱۲۹  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جواب دیا ہرگز نہیں۔

(۲) حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا :-

قِيلَ لَهُ: إِنَّ أُنَاسًا يَقْرَءُونَ فِي الظُّهْرِ  
وَالْعَصْرِ فَقَالَ لَوْ كَانَ لِي عَلَيْهِمْ  
سَبِيلٌ لَقُلَعْتُ أَلْسِنَتَهُمُ إِنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَرَأَ مَا كُنْتُ قَرَأْتُهِ لَنَا قِرَاءَةٌ  
وَسُكُوتُهُ لَنَا سَكُوتًا۔

کہ کچھ لوگ ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت  
کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ حضرت ابن عباس  
نے فرمایا اگر ان پر میرا بس چلتا تو میں انکی زبانیں  
کھینچ دیتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جہاں قرأت کی ہمیں بھی قرأت کرنی چاہیے  
اور جہاں آپ نے سکوت فرمایا ہمیں بھی سکوت

کرنا چاہیے۔

(طحاوی جلد ۱۲۱)

اس اثر میں اگرچہ خلافت الامام کی قید موجود نہیں ہے لیکن باطنی تاثر یہ بات  
بخوبی معلوم ہوسکتی ہے کہ امام اور منفرد کو تو بالاتفاق قرأت کرنا ضروری ہے پھر نہ  
معلوم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے ترقی جہاں القرآن اور خبر الامتہ ان لوگوں کی زبانیں  
کھینچنے کے لیے کہیں آمادہ ہو گئے تھے؟ ناچار یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ لوگ امام  
کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی اس مذہب و حرکت  
پر انتہائی نفرت کی اور یہ بھی مت بھولئے کہ پڑھنے والے ظہر اور عصر کی نماز میں  
پڑھتے تھے جو بالاتفاق سہری نمازیں ہیں۔

اثر حضرت زید بن ثابتؓ: حضرت امام شافعیؒ امام مسلمؒ اور امام ابو حنیفہؒ حضرت



زید بن ثابتؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ :-

قَالَ لَوْ قَرَأْتُ مَعَ إِمَامٍ فِي شَيْءٍ

رَسَائِي جِلْد ۱ ص ۱۱۱ مسلم جلد ۱ ص ۲۱۵، ابوعوانہ

جلد ۲ ص ۲۰۴

انہوں نے فرمایا امام کے ساتھ کسی نماز  
میں کوئی قرأت نہیں کی جاسکتی۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ اثر اس امر کی واضح دلیل ہے کہ امام کے ساتھ  
مقتدی کو کسی نماز میں قرأت کا حق نہیں ہے۔

اثر حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۱) امام طحاوی عبید اللہ بن مقسم کی روایت نقل  
کرتے ہیں کہ انہوں نے۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ

زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَجَابِرٌ فَقَالُوا

لَا يَقْرَأُ خَلْفَ إِمَامٍ فِي شَيْءٍ مِنَ

الصَّلَاةِ - (طحاوی جلد ۱ ص ۱۲۹) ذریعی جلد ۲

ص ۱۱۱

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت زید

بن ثابتؓ اور حضرت جابرؓ سے قرأت خلف

الامام کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب

دیا کہ امام کے پیچھے تمام نمازوں میں کوئی

قرأت نہیں کی جاسکتی۔

جب حضرت ابن عمرؓ سے قرأت خلف الامام

کے بارے میں سوال کیا جاتا تھا تو ابن عمرؓ فرماتے

تھے کہ جب کوئی آدمی امام کے پیچھے نماز

پڑھے تو امام کی قرأت اسکو کافی ہے اور جب

(۲) إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ

إِذَا سُئِلَ هَلْ يَقْرَأُ أَحَدٌ

خَلْفَ إِمَامٍ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ

خَلْفَ إِمَامٍ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ



ایک لایہ ہے تو قرأت کرے اور ابن عمر امام  
کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

الْإِمَامُ كَرِذَا هَلْ وَحْدَهُ فَلْيَقْرَأْ  
وَكَانَ ابْنُ مَسْرُوقٍ لَا يَقْرَأُ خَلْفَ  
الْإِمَامِ - (موطأ امام مالک ص ۲ و  
دارقطنی ص ۱۵۱)

حضرت ابن عمرؓ کے مذکورہ آثار اس بات پر کافی وشافی دلیل ہیں کہ وہ  
قرأت خلف الامام کے قائل نہ تھے۔

آثار حضرت ابو ہریرہؓ و ام المؤمنین حضرت عائشہؓ امام بیہقی روایت فرماتے ہیں کہ  
انہما کان یأمران بالقراءة اذا  
لَمْ يَجْهَرَا - (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۸۱)

حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ امام  
کے پیچھے ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ و  
بیشی من القرآن کا حکم دیتے تھے اور حضرت  
عائشہؓ ظہر اور عصر کی پچھلی دو رکعتوں میں  
صرف فاتحہ پڑھتی تھیں۔

فَإِذَا تَجَنَّبَ الْكِتَابَ - (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۸۱)

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ جہری  
نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کے قائل نہ تھے صرف ظہر اور عصر کی ستری



نمازوں میں وہ قراءۃ کے قائل اور اس پر عامل تھے اور وہ دونوں پہلی دور کھتوں  
میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ دینی من القرآن کے بھی قائل تھے لیکن فریق ثانی اس  
کا قائل نہیں ہے نیز اس دوسری روایت سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ظہر اور عصر کی  
کی پہلی دور کھتوں میں حضرت ابو ہریرہؓ قراءۃ فاتحہ کے قائل نہ تھے ہاں حضرت  
عائشہؓ کا اس پر عمل تھا۔

اثر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يُقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ  
فِي فَيْهٍ جَسْرَةً (جزء القراءۃ ص ۷)  
موطا امام محمد ص ۹۸

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ امام  
کے پیچھے قراءۃ کرتے والے کے منہ میں  
آگ کی چٹکاری ڈال دی جائے۔

اثر حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :-

مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ مِلِّيَ نَارًا  
(تصديق الراية للزبيدي جلد ۲ ص ۱۹)

جس شخص نے امام کے پیچھے قراءۃ کی اس  
کا منہ آگ سے بھریا جائے۔

اثر حضرت علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم نخعیؒ نے کہا ہے

مَا قَرَأَ أَعْلَقَمَةُ بْنُ قَيْسٍ قَطُّ  
فِيهَا يَجْمَعُ فِيهِ وَلَا رَفِيْنَا وَلَا  
يُجْمَعُ فِيهِ۔

علقمہ بن قیس نے امام کے پیچھے کبھی قراءۃ  
نہیں کی نہ جبری نمازوں میں اور نہ سبزی  
نمازوں میں۔

(بحوالہ تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹)



(۲) عَنْ أَبِي رَاسْحٍ أَنَّ عَلْقَمَةَ قَالَ  
وَدِدْتُ أَنَّ الَّذِي يَقْرَأُ خَلْفَ  
إِلْمَامٍ مِثْلِي قُوَّةُ أَحْسَبَةٍ قَالَ  
قُرْبًا أَوْ رَضْفًا۔

(المحبر المفتی جلد ۲ ص ۱۶۹)

ابو اسحق فرماتے ہیں کہ علقمہ نے فرمایا  
کہ میں پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے  
پیچھے قراۃ کرتا ہے اس کے منہ کو بھر دیا  
جائے ابو اسحق کہتے ہیں کہ میرے خیال میں انہوں  
نے کہا ہے کہ مٹی سے یا گرم پتھر سے۔

امرو بن مہمونؒ۔ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے سوال کیا گیا جن میں سے  
حضرت عمرو بن مہمونؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ امام کے پیچھے قراۃ کبھی چاہیے  
یا نہیں؟ تو۔

كَلَّهْمُ يَقُولُونَ لَا يَخْرُجُ خَلْفَ  
إِلْمَامٍ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

حضرت ابن مسعودؓ کے ان سب تلامذہ نے  
کہا کہ امام کے پیچھے قراۃ نہیں کرنی چاہیے

امرو بن مہمونؒ۔ مشہور تابعی حضرت اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ

لَوْ أَنَّ أَحَدًا جُمُرَةٌ أَحَبُّ إِلَيْكَ  
مِنْ أَنْ أَقْرَأَ خَلْفَ إِلْمَامٍ أَكْبَرُ  
أَنَّهُ يَقْرَأُ (تعلیق الحسن جلد ۱ ص ۹۲)

میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے منہ  
میں آگ کی چنگاری ڈال لوں بجائے اس کے  
کہ میں امام کے پیچھے قراۃ کروں جبکہ مجھے  
اس کی قراۃ کا علم ہے۔

(السنن ۱ ص ۱۶۹)

امرو بن مہمونؒ۔ ولید بن قیسؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سوید بن غفلہؒ  
سے سوال کیا کہ۔



اَقْرَأْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ  
قَالَ لَا رَتْعَ لِقِ الْحَسَنِ جلد ۱  
۹۰ واسناد صحیح )  
کیا میں ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے  
قرأت کر سکتا ہوں؟ انہوں نے فرمایا  
نہیں۔

اثر نافع بن جبیر :- امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت نافع بن جبیر  
كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا  
يُجَاهِرُ فِيهِ الْإِمَامُ (مَوْعِظَاتُ إِمَامِ مَالِكٍ)  
۱۳ امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں  
میں قرأت کیا کرتے تھے۔  
اثر سعید بن مسیب :- حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں کہ :-  
أَنْصَبْتُ لِلْإِمَامِ رَتْعَ الْحَسَنِ  
۹۰ واسناد صحیح )  
امام کے پیچھے خاموشی اختیار کر کے اور  
قرأت نہ کیا کرو۔

اثر سعید بن جبیر :- بشر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے  
سوال کیا کہ :-

عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ قَالَ  
لَيْسَ الْقِرَاءَةُ خَلْفَ الْإِمَامِ  
(تعلیق الحسن جلد ۱ مندرجہ روایت)  
کیا امام کے پیچھے قرأت کی جا سکتی ہے؟  
فرمایا امام کے پیچھے کسی قسم کی کوئی  
قرأت نہیں کی جا سکتی۔

کلمہ ثقات )

اثر عروہ بن زبیر :- امام مالک روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-  
أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ  
۱۴ وہ امام کے پیچھے صرف سسری نمازوں



اِذَا لَمْ يَجْهَرْ فِيهِ الْإِمَامُ - میں قرأت کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک ص ۱۹ کتاب القراءۃ ص ۱۸)

اثر ابراہیم نخعی :- حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

أَوَّلُ مَا أَخَذَ ثَوْبُ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ

لوگوں نے قرأت خلف الامام کی بدعت

الْإِمَامِ وَكَانُوا لَا يَقْرَأُونَ - ایجاد کی ہے اور وہ (یعنی صحابہ کرامؓ) امام

کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

(الجوهر النقی جلد ۲ ص ۱۶۹)

اثر قاسم بن محمد :- امام مالکؒ روایت نقل فرماتے ہیں کہ :-

كَانَ يَقْرَأُ خَلْفَ الْإِمَامِ فِيمَا لَا

وہ امام کے پیچھے صرف سہری نمازوں

میں قرأت کیا کرتے تھے۔

يَجْهَرُ فِيهِ الْإِمَامُ -

حضرت امام سفیان بن عیینہؒ - امام ابو داؤدؒ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی

مرفوع حدیث کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ :-

لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

جس شخص نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اسکی

فَصَاحِدَةٌ قَالَ سَفْيَانُ لِمَنْ يُصَلِّي

نماز نہیں ہوتی امام سفیانؒ فرماتے ہیں کہ

وَحْدَهُ - (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۱)

یہ حکم منفرد کے لیے ہے۔

یعنی امام سفیانؒ بھی قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور فرماتے ہیں کہ

کہ قرأت فاتحہ کا حکم مقتدی کے لیے نہیں ہے بلکہ منفرد کے لیے ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ :- حضرت شیخ صاحب غنیۃ الطالبین میں



ارقام فرماتے ہیں کہ :-

إِنْ كَانَ مَا مَوْءَا يُنْصَبُ  
إِلَى قِرَاءَةِ الْإِمَامِ وَلَوْ فَهْرَهُمَا -

(مفتی الطالبین طبع مصر ص ۶۴)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ :-

وَأَنَّ مُرَبَّاسْتِمَاعَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ  
وَالْإِنْصَاتِ لَهُ مَذْكُورٌ فِي الْقُرْآنِ  
فِي السُّنَّةِ الصَّحِيحَةِ وَهُوَ إِيْجَاعُ  
الْأُمَّةِ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقَائِمَةِ وَهُوَ  
قَوْلُ جَاهِلِ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ  
وغيرها وَهُوَ أَحَدُ قَوْلِي الشَّافِعِيِّ  
وَأَحْتَارُهُ طَائِفَةٌ مِنْ حُدُوثِ  
أَهْلِ بَيْتِهِ كَالرَّازِيِّ وَآلِي مُحَمَّدِ بْنِ  
عَبْدِ السَّلَامِ فَإِنَّ الْقِرَاءَةَ مَعَ جَهْرِ الْقَامِ  
مَنْكُورَةٌ مُخَالِفٌ لِلْقُرْآنِ وَالسُّنَّةِ وَ  
مَا كَانَ عَلَيْهِ عَامَّةُ الصَّحَابَةِ  
(توضیح الہیاءات ص ۱۷)

اگر مقتدی ہے تو امام کی قراءت کے لیے  
خاموش ہے اور اس کو سمجھنے کی کوشش  
کرے۔

امام کی قرات سننے اور اس کے لیے چپ ہونے  
کا حکم قرآن کریم اور صحیح حدیث میں مذکور  
ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ  
مقتدی پر سورۃ فاتحہ کے بعد اور کوئی قرات نہیں  
ہے اور یہی جمہور ملت اور اکثر صحابہ کا مسلک ہے  
کہ مقتدی پر نہ سورۃ فاتحہ کی قراءت ضروری  
ہے اور نہ کسی اور صورت کی امام شافعی کا بھی  
ایک قول یہی ہے اور ان کے پیروکاروں میں  
جو بڑے ماہر تھے مثلاً امام رازی اور امام ابن  
عبد السلام ان کا بھی یہی قول ہے اور اسی کو  
انہوں نے پسند کیا ہے کیونکہ جمہور امام کے  
وقت کا پڑھنا قرآن و سنت کے خلاف ہے۔



اور فی نظم برابر بھی ہے اور اکثر صحابہ کرام  
کے تعامل کے بھی برابر قیاس ہے۔

حافظ ابن القسیمؒ :- حافظ ابن قیمؒ قراۃ خلف الامام کی تحقیق میں ارشاد  
فرماتے ہیں کہ :-

فَقَرَأَهُ الْإِمَامُ وَسُتْرُهُ قِرَاءَةً  
مِنْ خَلْفِهِ وَسُتْرُهُ لَهُ -  
(کتاب الروح لابن القسیم ص ۱۶۶)

پس امام کی قراۃ مقتدی کی قراۃ ہے اور  
امام کا سترہ مقتدی کا سترہ ہے۔ یعنی  
نہ تو مقتدی کو الگ قراۃ کی ضرورت ہے  
اور نہ حد سترہ کی حاجت ہے۔

امام ابن قدامہؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-  
وَجُمْلَةُ ذَلِكَ أَنَّ الْقِرَاءَةَ غَيْرُ  
وَاجِبَةٍ عَلَى الْعُتْمَرِ وَمِنْهَا جَهْرٌ بِهِ  
إِلَّا مَا رُوِيَ فِيهَا أَسْمَرُ بِهِ نَصٌّ عَلَيْهِ  
أَحْمَدُ فِي رِوَايَةِ الْجَمَاعَةِ وَبِذَلِكَ  
قَالَ الزُّهْرِيُّ وَالشُّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ  
وَالْبُخَارِيُّ وَاسْمَاعِيلُ -

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قراۃ امام کے پیچھے نہ  
توجہری نمازوں میں واجب ہے اور نہ سہری  
نمازوں میں ایک بڑی جماعت نے امام احمدؒ  
سے اس کی نص نقل کی ہے اور یہی امام  
زہریؒ سفیان ثوریؒ سفیان بن عیینہؒ ابو  
حنیفہؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا مسلک ہے۔

(معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۲۵۸)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ :- امام موفق الدین ابن قدامہؒ تحریر فرماتے ہیں کہ :-



قَالَ أَحْمَدُ مَا سَمِعْنَا أَحَدًا مِنْ  
أَهْلِ الْإِسْلَامِ يَقُولُ إِنَّ الْإِمَامَ  
إِذَا جَهَرَ بِالْقِرَاءَةِ لَا يُخْرِجُ صَلَوةً  
مَنْ صَلَّى خَلْفَهُ إِذَا لَمْ يَقْرَأْ وَقَالَ  
هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ  
أَصْحَابُهُ وَالتَّابِعُونَ وَهَذَا أَمَّا الْمَلِكُ  
فِي أَهْلِ الْحِجَازِ وَهَذَا الثَّوْرِيُّ فِي  
أَهْلِ الْعِرَاقِ وَهَذَا الْأَوْزَاعِيُّ فِي  
أَهْلِ الشَّامِ وَهَذَا اللَّيْثُ فِي أَهْلِ  
مِصْرَ مَا تَأَلَّوْا بِالرَّجُلِ صَلَّى وَقَرَأَ  
رِئَاسَةً وَكَهْ يَقْرَأُ هُوَ صَلَوةً  
بِاطِلَةً. (معنی ابن قدامة جلد ۱)

۲۶ وشرح متفہم جلد ۲ ص ۱۱۱

۲۵

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ :- امام ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-  
إِنْ كَانَ مَا مَوْماً وَجِبَ عَلَيْهِ  
الْإِنْصَاتُ وَالِاسْتِمَاعُ فَإِنْ جَهَرَ  
الْإِمَامُ لَمْ يَهْرَأْ إِلَّا عِنْدَ الْوُسْكَاتَةِ

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل  
اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو  
یہ کہتا ہو کہ جب امام ہم سے قراۃ کرے تو  
اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو  
مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ یہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے صحابہؓ  
اور تابعینؓ ہیں اور یہ ہیں امام مالک اہل حجاز  
ہیں اور یہ ہیں امام ثوری اہل عراق میں اور  
یہ ہیں امام اوزاعی اہل شام میں اور یہ ہیں  
امام لیث اہل مصر میں ان میں سے کسی ایک  
نے یہ نہیں کہا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے  
اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی خود  
قراۃ نہ کرے تو مقتدی کی نماز باطل ہو جاتی ہے

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ :-

اور اگر مقتدی ہو تو اس پر خاموش رہنا اور  
سننے کے لیے توجہ کرنا واجب ہے پس اگر امام  
جہر سے پڑھے تو مقتدی قراۃ نہ کرے اور



فَإِنْ خَافَتْ فَلَهُ الْخِيَرَةُ فَإِنْ قَرَأَ  
 فَلْيَقْرَأْ الْقَائِمَةَ قِرَاءَةً لَا يُشَوِّشُ عَلَى  
 الْإِمَامِ وَهَذَا الْأَوَّلِيُّ الْأَقْوَالِ عِنْدِي  
 وَبِهِ يُجْتَمَعُ بَيْنَ أَحَادِيثِ الْبَابِ  
 وَالسِّيَرِ فِيهِ مَا نَصَّ عَلَيْهِ أَنَّ الْقِرَاءَةَ  
 مَعَ الْإِمَامِ تُشَوِّشُ عَلَيْهِ وَلَقَدْ  
 التَّكْبِيرُ وَتَخَالَفَ تَعْظِيمُ الْقُرْآنِ  
 وَلَمْ يُحْزَمْ عَلَيْهِمْ أَنْ يَقْرَأُوا سِرًّا  
 لِذَلِكَ الْعَامَّةُ مَتَى أَرَادُوا أَنْ يُصَلُّوا  
 الْمُرُوفَ بِاجْتِمَاعِهِمْ كَانَتْ لَهُمْ  
 كَلِمَةٌ مُشَوِّشَةٌ فَسَجَّلَ فِي السُّنَنِ  
 عَنْ التَّشْوِيشِ وَلَمْ يُحْزَمْ عَلَيْهِمْ  
 مَا يُؤَدِّي إِلَى الْمُنْهَى وَابْقَى خِيَرَةً  
 لِمَنْ اسْتَطَاعَ وَذَلِكَ غَايَةُ  
 الرَّحْمَةِ بِالْأَمَّةِ انْتَهَى

رحمة الله البالغة للإمام ولي الله  
 الدهلوی جلد ۲ ص ۴ طبع مصر

اگر امام آہستہ پڑھے تو مقتدی کو اختیار  
 ہے پس اگر مقتدی پڑھے تو فاتحہ پڑھے  
 اس طرح کہ امام کو خلل میں نہ ڈال سکے  
 اور یہ میرے نزدیک سب سے بہتر قول ہے  
 اور یونہی اس باب کی حدیثیں باہم جمع کی  
 جاسکتی ہیں اور راز اس میں یہ ہے  
 کہ شایع نے صراحت کے ساتھ بنایا  
 ہے کہ امام کے ساتھ قرأت کرنا اس  
 کو خلل میں ڈال دیتا ہے اور تکرار کو  
 کر دیتا ہے اور تعظیم قرآن کے مخالف ہے  
 اور تاکید ان کو یہ نہیں فرمایا کہ وہ ضرور آہستہ  
 پڑھیں کیونکہ عام لوگ جب مل کر تصبیح مروی  
 کا ارادہ کریں گے تو ان کی آواز بلند ہوگی جو  
 باعث تشویش ہوگی سو اس تشویش کی نہیں  
 تو تاکید کی ہے مگر آہستہ پڑھنے کی تاکید نہیں تاکہ یہ  
 اس ممنوع حد تک ان کو نہ پہنچے اور اختیار دی گیا  
 ہے کہ جو پڑھ سکے وہ پڑھے اور یہ سب کے ساتھ انتہائی رحمت ہے



حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ :- امام طحاویؒ قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

فَلَمَّا كَانَتْ الْقِرَاءَةُ مُخَالَفَةً لِذَلِكَ  
وَسَاقِطَةً فِي حَالِ الضَّرُورَةِ  
كَانَتْ فِي النَّظَرِ اَيْضًا سَاقِطَةً فِي  
غَيْرِ حَالِهِ الضَّرُورَةِ فَهَذَا هُوَ النَّظَرُ  
فِي هَذَا وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ حَنِيفَةَ وَابْنِ  
يُوسُفَ وَ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى

طحاوی

جلد ۱

ص ۱۰۷

یعنی اگر کوئی مقتدی بحالت رکوع نماز میں  
شریک ہو تو اس سے قرأت ساقط ہو  
جاتی ہے مگر جو چیز اس پر فرض ہے مثلاً  
تکبیر تحریمہ تو وہ اس سے اس ضرورت کے پیش نظر  
بھی ساقط نہیں ہوتی جب قرأت کا حکم اس کے  
خلاف ہے تو معلوم ہوا کہ جیسے وہ حالت ضرورت میں ساقط  
ہے اسی طرح غیر ضرورت کی حالت میں بھی ساقط ہے کیونکہ وہ  
فرض نہیں ہے قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ قرأت مقتدی  
پر فرض نہیں ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ  
اور امام محمدؒ کا قول ہے۔

مبارکپوری صاعب لکھتے ہیں کہ امام محمدؒ مؤطا میں لکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے  
قرأت نہ کرنی چاہیئے خواہ امام جہر سے قرأت کرتا ہو یا آہستہ اسی پر عام آثار و حالات  
کرتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کا مسلک اور مذہب بھی یہی ہے تحفۃ الاحوذی ص ۲۵  
اور یہ مسلک اسی طرح مؤطا امام محمد ص ۹۴ جامع المسابیح جلد ۲ ص ۲۲ فتح القدیر جلد ۲ ص ۲۴  
اور روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲۵ اور کتاب الآثار ص ۴ میں بھی مذکور ہے۔ حافظ ابن



ہمام فرماتے ہیں کہ جنہوں نے امام محمد سے امام کے پیچھے مقتدی کے لیے قراءۃ سورۃ فاتحہ کو مستحسن نقل کیا ہے ان کی غلطی ہے ان کا قول بھی امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کی طرح ممانعت کا ہے (بحوالہ فتح الملہم جلد ۲ ص ۲۸)

حضرت امام شافعیؒ: امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

(۱) وَالْعَدُّ فِي تَرَكَ الْقِرَاءَةِ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَالْخَطَا سَوَاءٌ فِي أَنْ لَا تُجْزَى رُكْعَةً إِلَّا بِهَا أَوْ بِشَيْءٍ مَعَهَا إِلَّا مَا يَذْكُرُ مِنَ الْمَأْمُورِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى (كتاب الأمر للامام الشافعي جلد ۱ ص ۸۹)

سورۃ فاتحہ کا ویرہ والنتہ ترک کرنا اور بھول کر ترک کرنا دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ کوئی رکعت سورۃ فاتحہ یا اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنے کے سوا جائز نہیں ہو سکتی ہاں مگر مقتدی کا حکم آگے بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

اور پھر آگے ارقام فرماتے ہیں کہ:-

(۲) فَرَأَيْتَ عَلَى مَنْ صَلَّى مِنْفَرًا أَوْ إِمَامًا أَنْ يَقْرَأَ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ لَا يُجْزِيهِ غَيْرُهَا وَأُجِبَ أَنْ يَقْرَأَ مَعَهَا شَيْئًا آيَةً أَوْ كَثْرًا وَسَادَّ كُرًا الْمَأْمُورُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ (كتاب الأمر جلد ۱ ص ۹۳)

پس منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھیں اس کے علاوہ کوئی اور سورۃ کفایت نہیں کر سکتی اور پھر نزدیک یہ زیادہ پسندیدہ ہے کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور مقتدی کا حکم میں آگے بیان کر دیا انشاء اللہ۔



(۳) وَتَحْنُ نَقْلُ كُلِّ صَلَاةٍ  
صَلَّيْتُ خَلْفَ الْإِمَامِ وَالْإِمَامُ  
يَقْرَأُ فِيهَا قِرَاءَةً لَا يَسْمَعُ فِيهَا قِرَاءَةً  
فِيهَا. (كتاب الامم جلد ۱ ص ۱۵۳)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے  
پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قراۃ پکارتا ہو  
جو سنی نہ جائے تو مقتدی ایسی نماز میں  
قراۃ کرے۔

امام شافعیؒ کی ان تینوں عبارتوں سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ فاتحہ  
کی قراۃ میں منفرد اور امام کا حکم جدا اور مقتدی کا حکم الگ ہے امام اور منفرد  
پر ہر حال قراۃ فاتحہ واجب ہے خواہ نماز جہری ہو یا ستری لیکن مقتدی پر جہری  
نماز میں قراۃ نہ واجب ہے اور نہ ہی درست ہے مقتدی صرف قراۃ لَا  
يَسْمَعُ فِيهَا کی صورت میں قراۃ کر سکتا ہے یعنی ستری نماز میں کتاب الام  
چونکہ حضرت امام شافعیؒ کی جدید اور آخری کتابوں میں شامل ہے اس لیے امام  
موصوف کا آخری قول یہی سمجھنا چاہیے۔

حضرت امام مالکؒ :- امام یحییٰؒ حضرت امام مالکؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ  
امام موصوفؒ نے فرمایا کہ :-

يَقُولُ الْأَمْرُ عَيْنًا أَنْ يَقْرَأَ الرَّجُلُ  
دِرَامَ الْإِمَامِ فِيهَا لَا يَخْصُرُ فِيهِ الْإِمَامُ  
بِالْقِرَاءَةِ وَيَبْتَدِلُ الْقِرَاءَةَ فَيُنَاجِجُهُ  
فِيهِ الْإِمَامُ بِالْقِرَاءَةِ۔

امام مالکؒ نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک مثل  
یوں ہے کہ مقتدی جہری نمازوں میں امام  
کے پیچھے قراۃ نہ کرے اور ستری نمازوں  
میں امام کے پیچھے قراۃ کرے۔



(موطا امام مالک ص ۲۹ طبع مجتہابی)

امام موصوف کا یہ مسلک تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۵۰ و معالم التتمیز جلد ۳ ص ۱۲۷ و روح المعانی جلد ۹ ص ۱۲۵ وغیرہ میں بھی مذکور ہے حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نمازوں میں قرأت خلف الامام کے قائل تھے لیکن صرف استنباطی طور پر وجوب کے قائل نہ تھے چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ امام مالک اور امام احمد تمام نمازوں میں مقتدی کے لیے امام کے پیچھے قرأت سورۃ فاتحہ کو واجب نہیں سمجھتے تھے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ ص ۲۵)

قارئین کرام! نہایت اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے ترک القراءۃ خلف الامام پر ہم نے قرآن کریم، کتب تفاسیر، صحیح احادیث اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم اور ائمہ اربعہ اور دیگر بعض بزرگ ائمہ کے حوالے نقل کر دیے ہیں جن کے بارے میں اس مسئلہ میں اختلاف نقل کیا جاتا ہے اور یہ باور کرانے کی بے جا سعی کی جاتی ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل اور اس پر شدت سے عامل تھے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ ان میں بیشتر حضرات مطلقاً قرأت خلف الامام کے قائل نہیں ہیں اور جو قائل ہیں وہ صرف سب سے پہلے نمازوں میں قائل ہیں اور وہ بھی محض استنباطی طور پر جس کے ترک سے نہ تو نماز باطل و فاسد ہوتی ہے اور نہ بیکار اور کالعدم قرار پاتی ہے جیسا کہ فریق ثانی کا بالکل بے بنیاد دعوے ہے اللہ تعالیٰ افراط و تفریط اور تعصب و غلو سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔



## باب چہارم

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ہم فریق ثانی کے دلائل کی کچھ  
 کائنات اور تانا بانا بھی عرض کر دیں تاکہ اس مسئلہ پر تصویر کے دونوں رخ سامنے  
 آجائیں اور حقیقت تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے اگرچہ فریق ثانی نے  
 بذمہ خویش قرآن کریم کی بعض آیتوں سے بھی استدلال کیا ہے اور یہ باور کرانے  
 کی بے جاسچی کی ہے کہ ان آیات سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے  
 پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے مگر اس طرز استدلال کو بجائے حجت اور دلیل کہنے  
 کے سینہ زوری اور کشید کہنا زیادہ مناسب ہے، کیونکہ ان آیات میں نہ تو لفظ  
 قرأت ہے اور نہ امام و مقتدی کا کوئی لفظ ہے چہ جائیکہ کہ ان میں ام الکتاب اور  
 فاتحہ کا لفظ موجود ہو اور صحابہ کرام سے لیکر زمانہ حال کے کسی معتبر مفسر نے ان میں  
 کسی آیت کے بارے میں یہ نقل نہیں کیا کہ اس کا شان نزول مسئلہ قرأت خلف الامام ہے



اور اگر کسی نے کہا بھی ہے تو محض اپنے مسکلی اور ذہنی رجحان کی ترجمانی بلکہ تک بندی کی ہے جس کی دلائل سے تائید نہیں ہو سکتی اس لیے ہم ان کو یہاں نقل کر کے اور ان کے جوابات عرض کر کے قارئین کرام کے اذہان کو متوشوش نہیں کرنا چاہتے وہ ایکٹ آپ اصل کتاب بحسن الجملہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس مقام پر ہم صرف بطور نمونہ چند احادیث عرض کریں گے جو فریق ثانی کے نزدیک حجت قاطعہ کا درجہ رکھتی ہیں جب ان سے ان کا استدلال درست نہیں ہو سکتا جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے تو دوسرے دلائل کا ان کے لیے سودمند نہ ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا آخر عقلمندوں نے بلا وجہ تو یہ نہیں کہا کہ عقیقہ کس کن ز گلستان من بہار مرا

پہلی روایت :- حضرت عیادہ بن الصامتؓ کا بیان ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :-

لَوْ صَلَّوْا مِنْ لَمْ يَقْرَأْ بِقَاتِحَةٍ  
جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی تو اس  
الکتاب (بخاری جلد ص ۱۸۱) کی نماز نہیں ہوتی۔

چونکہ اس روایت میں مقتدی اور خلف الامام کی کوئی قید مذکور نہیں اس لیے فریق ثانی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں علوم الی خارجی قرآن اور محدثین کرام کے مفروض اجماع ایسے خوش کن الفاظ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی ہے چنانچہ مولانا عبد الرحمن صاحب مبارکپوری لکھتے ہیں کہ لفظ من عام ہے



جس میں امام منظر و اور مقتدی سب داخل ہیں (ابکار المصنف و تحقیق الکلام جلد ۱ ص ۱۱) اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر لکھتے ہیں کہ غرض تمام محدثین بالاتفاق اس حدیث کو ہر نماز اور ہر غازی پر شامل کہتے ہیں (تفسیر واضح البیان ص ۱۴) پہلا جواب :- بلاشبہ سند کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے لیکن اس روایت سے فہرہ ثانی کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے نہ اس میں مقتدی کی قید موجود ہے اور نہ خلف الامام کی اور جب تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہو کسی بالصفات بعد الہی میں ایسا دعویٰ ہرگز قبول نہیں ہو سکتا رہا حرف منہ استدلال تو وہ بھی قابل التفات نہیں ہے اس لیے کہ فہرہ ثانی جب تک یہ نہ ثابت نہ کرے کہ حرف منہ تعجیم میں نقص قطعی ہے اور کبھی کسی صفت میں تخصیص کے لیے مستعمل نہیں ہوا تو اس وقت تک دعویٰ اور دلیل میں مطابقت پیدا نہیں ہو سکتی مگر یہ ثابت کرنا کارے دار و یہ صحیح ہے کہ بعض اوقات حرف منہ محوم کے لیے آتا ہے لیکن بسا اوقات اس سے تخصیص بھی مراد ہو سکتی ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ ہم بعض حوالے درج کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ رَجَاً، شوریٰ (۲) کہ فرشتے زمین پر بسنے والوں کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ اس آیت میں حرف منہ ہے اور ظاہر ہے کہ تمام زمین پر بسنے والے کے لیے فرشتے طلب مغفرت نہیں کرتے بلکہ صرف مومنوں کے لیے طلب مغفرت کرتے ہیں جیسا کہ



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَیَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبِّیُّمَنْ (۱) یعنی فرشتے صرف مومنوں کے لیے طلب استغفار کرتے ہیں نہ یہ کہ ہندوؤں، سکھوں، نصرانیوں، یہودیوں اور دیگر کافر اور مشرک قوموں کے لیے استغفار کرتے ہیں خواہ وہ سوال میں ہوں یا جنوں میں۔ تو یہاں حرف مَنْ کا تخصیص کے لیے آنا اظہر من الشمس ہے (۲) خداوند ذوالجلال ارشاد فرماتے ہیں:-

عَرَأَ مِنْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ رِیًّا (۲) (ملک)

کیا تم میں سے کوئی ہے جو آسمان میں ہے اس کے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسنے۔ یہاں بھی حرف مَنْ ہے جس سے مراد اللہ کی ذات ہے نہ کہ ہر ایک مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ اور قرآن کریم، صحیح احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے کہ آسمانوں میں فرشتے اور ارواح انبیاء علیہم السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسد عنصری کے ساتھ بلکہ تمام دیگر مومنین کی روحیں آسمانوں میں موجود ہیں اور ایک صحیح روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی وہ اولاد جو اہل النار ہے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے بائیں طرف موجود ہے (مسلم علیہ ص ۹۲) اور آسمان پر کوئی چہ ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی عبادت میں مشغول نہ ہو (متدرک جلد ۱ ص ۵۵ صحیح) اس مذکورہ بالا آیت کریمہ میں حرف مَنْ ہے جو تخصیص کے لیے ہے (۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافر مان ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرشتوں کو ارشاد فرمائیں گے۔ أَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرْنِي كِبْرًا مَشْغُورًا



جلد ۲ ص ۴۵) کہ جن لوگوں نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا انہیں دوزخ سے نکال  
لو۔ اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف اہل توحید میں  
گو کہتے ہی گنہگار ہوں نہ کہ کافر اور مشرک حالانکہ وہ بھی خدا تعالیٰ کا نام تو لیتے  
ہیں اور بسا اوقات اسے پکارتے بھی ہیں جیسا کہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔  
فَإِذَا دَعَا إِلَى الْفُلْكِ دَعَا إِلَى اللَّهِ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (پک۔ ۳) کہ مشرکین جیب  
کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں۔ تو مندرجہ  
بالا حدیث میں۔ حرف مَنْ ہے اور وہ تخصیص کے لیے مستعمل ہوا ہے اس میں  
تعمیم نہیں ہے کہ مقتدی و امام اور ہر نماز اور ہر نمازی کو شامل ہو جیسا کہ  
فریق ثانی کا زعم ہے۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ طاعون اللہ تعالیٰ کا ایک  
عذاب ہے رَجُؤٌ أُرْسِلَ عَلَى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (بخاری جلد ۲ ص ۴۹) جو تم سے  
پہلے لوگوں پر نازل کیا گیا ہے اس حدیث میں بھی حرف مَنْ ہے حالانکہ یہ  
عذاب صرف بعض مجرم قوموں پر نازل ہوا تھا نہ کہ پیغمبروں اور مومنوں پر العیاذ  
باللہ تو یہاں بھی حرف مَنْ تخصیص کے لیے ہے نہ کہ تعمیم کے لیے۔

(۵) علامہ سید شریف جرجانی تحریر فرماتے ہیں :-

الْمَوْصُولَاتُ لَمْ تَوْضَعْ لِلْعُمُومِ  
بَلْ هِيَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُومَ وَالْخُصُوصَ  
کہ جملہ موصولات (جن میں ماضی و اصل  
میں) عموم کے لیے موزوع نہیں بلکہ ان میں عموم



(شرح مواقف جلد ۲ ص ۵۵ طبع مصر)

اور خصوص دونوں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

(۶) امام ابو بکر محمد بن احمد سرخسی (المتوفی ۳۹۹ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ :-

وَمِنْ هَذَا الْقِسْمِ كَلِمَةٌ مَنْ  
فَإِنَّهَا كَلِمَةٌ مُتَعَمِّكَةٌ وَهِيَ عِبَارَةٌ  
عَنْ ذَاتٍ مَنْ يُعْتَقَلُ وَهِيَ تَحْتَمِلُ  
الْمَحْضُومَ وَالْعُمُومَ الْخ

اور اسی قسم سے کلمہ مَنْ بھی ہے کیونکہ  
یہ ایک مبہم کلمہ ہے اور اس سے مراد وہ ذات  
ہے جو عقل والی ہو (مثلاً انسان، جن اور فرشتے)  
اور یہ خصوص اور عموم دونوں کا احتمال رکھتا ہے

(اصول السرخسی جلد ۱ ص ۱۵۵ طبع مصر)

قاریین کرام :- آپ قرآن کریم صحیح احادیث اور علماء عربیت کی واضح  
عبارات سے یہ معلوم کر چکے ہیں کہ حرف مَنْ تعمیم کے لیے نص قطعی نہیں ان  
تمام حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر صاحب کا ہر نماز میں فقط میر پر اور مبارکپوری  
صاحب کا حرف مَنْ پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھنا باطل ہے اور اس سے امام و  
مقتدی، منفرد اور ہر نمازی مراد لینا صحیح نہیں بلکہ اس سے صرف امام اور صرف  
منفرد مراد لینا بھی یقیناً صحیح ہے۔

دوسرا جواب :- جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ حرف مَنْ تعمیم  
میں نص قطعی نہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کس کے حق میں ہے  
امام اور منفرد کے حق میں یا مقتدی کے حق میں؟ سو اس سے بہتر اور کیا طریقہ ہو  
سکتا ہے کہ ہم اس حدیث کے تمام طرق پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں شاید کوئی سراغ



مل جلے چنانچہ یہ بات زبانِ خودِ خالق ہے کہ جو بندہ یا بندہ جب ہم نے دیکھا تو  
 اسی حدیث میں یہ زیادت بھی مل گئی لَا صَلَوَةَ عَلَيْنَ لَمْ يَقْرَأُوا بِهَا الْكِتَابَ  
 فَصَاعِدًا۔ یعنی جس شخص نے سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ کچھ اور نہ پڑھا تو اس کی  
 نماز نہیں ہوتی۔ اگر فرقہ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ فاتحہ اور  
 فَصَاعِدًا اس کے ساتھ اور بھی کچھ پڑھنا جائز ہے تو یہ حکم مقتدی کے لیے ہے ورنہ  
 یہ حکم صرف اور صرف اس شخص کے لیے ہو گا جس کے لیے سورہ فاتحہ  
 اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھنا ضروری ہو اور وہ صرف امام اور منفرد ہو سکتا  
 ہے مقتدی ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ فرقہ ثانی کے نزدیک مقتدی کے لیے سورہ  
 فاتحہ کے ساتھ کچھ اور پڑھنا جائز نہیں تو اس زیادت نے یہ بات متعین کر دی  
 ہے کہ حرف من سے مراد صرف امام اور منفرد ہیں اور مقتدی اس حکم سے یقیناً  
 خارج ہے یہ زیادت بطریق امام معمر صحیح مسلم جلد ۱ ص ۱۶۹ ابو عوانہ جلد ۲ ص ۱۲۴  
 بسند صحیح مروی ہے صحیح مسلم اور ابو عوانہ کی سند کے صحیح ہونے میں کوئی  
 کلام نہیں ہو سکتا۔

فَصَاعِدًا کی بجائے حضرت ابوسعید خدریؓ سے مائیسر کی زیادت بھی مرفوع  
 روایت میں مروی ہے (ابوداؤد جلد ۸ ص ۱۱۸ مسند احمد جلد ۲ ص ۴۵ سنن الکبریٰ جلد ۲  
 ص ۴ اور معرفت علوم الحدیث ص ۹۷)

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی سند قوی ہے (فتح الباری جلد ۲ ص ۲۰۲)



اور ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ اسنادہ صحیح (تختیہ الجیر ص ۸) امام نوویؒ  
 لکھتے ہیں کہ مائیسٹر کی زیادہ بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے (شرح المہذب  
 جلد ۳ ص ۲۲۹) قاضی شوکانیؒ امام ابن سید الناس سے (جو الشیخ العلامة المحدث  
 الحافظ الادیب اور البارع تھے تذکرہ جلد ۲ ص ۲۸۵) نقل کرتے ہیں کہ اسناد صحیح  
 و رجالہ ثقافت (نیل الاوطار جلد ۲ ص ۷۱)

نواب صدیق حسن خاں صاحبؒ بھی اس زیادت کی تصحیح کرتے ہیں۔  
 (فتح البیان جلد ۲ ص ۴۲) مولانا شمس الحقؒ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ امام ابن حبانؒ  
 اور علامہ ابن سید الناسؒ وغیرہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (معون المعجز جلد ۱ ص ۳)  
 فصاعدًا اور مائیسٹر کے علاوہ ما زاد کی زیادت بھی مروی ہے۔

(مستدرک جلد ۱ ص ۲۳۹ سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۲۳۹ جزء القراءة ص ۱۲ کتاب القراءة ص ۱۲)  
 تفسیر جواب :- جب یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حرف منعم  
 میں نفس قطعی نہیں ہے اور یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خود اس روایت  
 میں صحیح اسانید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فصاعدًا وغیرہ کی  
 زیادت بھی مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے سورہ فاتحہ کے  
 ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کی قرآنہ کی تو اس کی نماز نہ ہوگی اور گو مقتدی  
 کے لیے سورہ فاتحہ کا پڑھنا اور نہ پڑھنا محل نزاع ہے لیکن اس بات پر سب اتفاق ہے  
 کہ ما زاد علی الفاتحہ کی قرأت مقتدی کے لیے جائز نہیں ہے اس لیے اس حدیث



کا صحیح مصداق صرف امام اور منفرد ہیں کیونکہ سورہ فاتحہ کے ساتھ قرآن کریم کے کسی اور حصہ کا پڑھنا صرف امام اور منفرد کے لیے ہی ضروری ہے مقتدی پر اس روایت کے مشتمل نہ ہونے کے لیے فصلاً علیٰ کی زیادت نہ صرف کافی ہے۔ بلکہ نص صریح ہے اور اس حدیث کا امام پر مشتمل ہونا ایک اتفاقی امر ہے کیونکہ بعض صحابہؓ اور دیگر ائمہؒ حدیث کے بیان سے یہ بات آشکارا ہوتی ہے کہ اس حدیث کا اصلی مصداق صرف منفرد ہے اور ضمنی طور پر امام بھی اس میں داخل ہے لوجود العلة لال مگر مقتدی اس سے بہر حال خارج ہے چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ حدیث لا صلوة لمن لم یقرأ بفاتحة الكتاب فصلاً منفرد کے متنی میں ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۱۷۱) اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے متنی میں ہے (موطا امام مالک ص ۲۹) حضرت امام احمد بن حنبلؓ فرماتے ہیں کہ یہ حکم منفرد کے لیے ہے (ترمذی جلد ۱ ص ۱۷۱) اور امام اسماعیلؒ (المسنون ص ۱۷۱) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منفرد کے بارہ میں ہے (بذل المجہود جلد ۲ ص ۵۲)۔

امام موفق الدین ابن قدامہؒ لکھتے ہیں :-

فَأَمَّا حَدِيثُ عِبَادَةِ رَبِّهِ الصَّحِيحُ فَهُوَ  
مَحْمُولٌ عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُورِ وَكَذَلِكَ  
حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ  
يُحْتَمَلُ أَنَّ عِبَادَةَ رَبِّهِ الصَّحِيحَ هُوَ  
وَهُ جَمْعٌ عَلَى غَيْرِ مَقْتَدِيٍّ بِرَأْسِهِ  
حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ ص ۱۷۱)



اور علامہ شمس الدین لکھتے ہیں کہ :-

فَالْحَدِيثُ الْأَوَّلُ الصَّحِيحُ مَقْبُولٌ

پہلی حدیث جو صحیح ہے وہ مقبول ہے

عَلَى غَيْرِ الْمَأْمُورِ وَكَذَلِكَ الْحَدِيثُ

بارے میں نہیں ہے اور اسی طرح حضرت

أَبِي هُرَيْرَةَ (شرح منہج جلد ۲ ص ۱۸)

ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی مقبول کو شامل نہیں ہے

فَصَاعِدًا مَاتِيَةً اور مآذاد کی زیادت کے پیش نظر ان اکابر کا یہ ارشاد

سوفیصدی صحیح ہے جس میں شک نہیں ہو سکتا لہذا اس روایت سے مقتدی پر

سورہ فاتحہ کے لازم ہونے پر استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

چوتھا جواب :- جمہور اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص

رکوع کی حالت میں امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوا ہو تو اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ

نہیں پڑھی اور نہ امام سے سنتی ہے لیکن اس کی وہ رکعت صحیح ہو جاتی ہے چنانچہ

امام شافعیؒ نے اس رکعت کے صحیح ہونے کی تصریح کی ہے (کتاب الام جلد ۱ ص ۸)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ جس نے امام کے ساتھ رکوع پالیا تو اس کی

وہ رکعت ہو گئی (منہاج السنۃ جلد ۳ ص ۵) امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص امام کو

رکوع میں پالے اس کی وہ رکعت سورہ فاتحہ پڑھے بغیر بھی جائز ہے (شرح

مسلم ص ۱۳۵) حافظ ابن عبد البرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور فقہاء کا اس بات پر کھلی اتفاق ہے

کہ جس شخص نے امام کو رکوع میں پالیا ہو اور سورہ فاتحہ نہ پڑھی ہو تو اس کی وہ

رکعت اور نماز صحیح ہے امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابو ثورؒ، امام



احمد بن حنبلؒ، امام اوزاعیؒ و دیگر مستند ائمہ کا یہی مسلک ہے اور صحابہ کرامؓ میں سے  
حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا  
بھی یہی مسلک ہے نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں کہ جمہور کا یہی مسلک ہے  
کہ جس نے امام کو رکوع کی حالت میں پالیا ہو تو اس کی وہ رکعت صحیح ہے۔  
(دلیل الطالب ص ۲۲۲) مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانیؒ  
نے پہلے (نیل الاوطار جلد ۲ ص ۲۲۶ میں) یہ لکھا تھا کہ مدرک رکوع کی وہ رکعت شمار  
نہ ہوگی لیکن بعد کو جمہور کے مسلک کی طرف رجوع کر لیا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے  
فتاویٰ فتح الربانی میں اس کی تصریح کی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں مل  
جانے والے کی وہ رکعت بالکل صحیح ہے دعویٰ المعبود جلد ۱ ص ۳۳۲) مبارکپوری  
صاحب (حدیث من صلی رکعة لم یقرأ فیہا الحدیث کی تحقیق میں) لکھتے ہیں کہ  
اس سے وہ رکعت مراد ہو سکتی ہے جس میں مقتدی نے امام کو بحالت رکوع پالیا ہو اور  
خود قرأت نہ کی اس کی وہ رکعت جائز اور صحیح ہوگی (تحفة الخواریج ج ۱ ص ۲۶۱)  
حضرات! نظر انصاف کے ساتھ آپ ایک طرف محدثین کرام کی ان تصریحات  
کو ملاحظہ فرمائیں اور دوسری طرف یہ دعوے دیکھیں کہ تمام محدثین بالاتفاق اس  
حدیث کو ہر نماز اور ہر نمازی پر شامل کہتے ہیں اور یہ کہ جو شخص امام کے پیچھے سورہ  
فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا لعدم ہے ناقص ہے بیکار ہے اور باطل ہے اور غور  
فرمائیے کہ یہ دعویٰ کس حد تک مبنی برانصاف ہے۔



پانچواں جواب :- اگر فریق ثانی اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت کی یہ روایت مقتدی کے حق میں ہے تو ان کو چاہیے کہ امام کے پیچھے جہر سے قرأت کیا کریں کیونکہ حضرت عبادہ جہر سے قرأت کیا کرتے تھے چنانچہ امیر یمنی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: **وَإِذَا تَقَرَّوُا بِالْشَيْءِ مِنَ الْقُرْآنِ إِذَا جَهِرْتُمْ إِلَّا بِأَهْلِ الْقُرْآنِ** کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ :-

وَهَذَا عِبَادَةُ رَاوَى الْحَدِيثِ قَرَأَ بِهَا جَهْرًا خَلْفَ الْإِمَامِ لِأَنَّهُ فِيهِمْ مَنْ كَلَّمَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقْرَأُ بِهَا خَلْفَ الْإِمَامِ جَهْرًا وَإِنْ نَازَعَهُ  
 حضرت عبادہ نے جو اس روایت کے راوی ہیں امام کے پیچھے بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھی اس لیے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد سے یہی سمجھ لیا تھا کہ امام کے پیچھے بلند آواز سے فاتحہ پڑھی جاسکتی ہے اگرچہ امام کے ساتھ منازعت ہی کیوں ہو۔

یہ روایت فریق ثانی کے نزدیک صحیح ہے اور یہ معنی بھی ایک غیر متفکر عالم نے بیان کیا ہے اس لیے ان کو امام کے پیچھے خوب زور و شور سے ام القرآن کی قرأت کرنی چاہیے اگرچہ کھلے طور پر منازعت اور مخالفت بھی ہوتی ہے اگر حضرت عبادہ کی اس روایت پر ان کا عمل نہیں ہے اور ترک جہر کرتے ہوئے بھی ان کی نماز جائز اور صحیح ہے اور ان کے اہل حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں تو دو مسئلے یہ اٹھا دیے گئے ہیں ؟ اور ان کی نماز کیوں کالعدم، ناقص، بیکار اور باطل ہے ؟



غلطی سے ترک کر دیا ہے چنانچہ حافظ ابو عمر بن عبد البر کہتے ہیں کہ

الْعَلَامَةُ لَيْسَ بِالْمُتَيِّنِ عِنْدَهُ هَذَا

علامہ بن عبد الرحمن محمد شین کے نزدیک چندان

وَقَدْ اُفْرِدَ بِهَذَا الْحَدِيثِ لَيْسَ

قابل اعتبار نہیں اور وہ اس حدیث کو بیان

لَوْحِدِهِ اِلَّا لَهُ وَلَا تَرَوِي الْفَاظَةَ عَنْ

کرنے میں متفرد ہیں ان کے بغیر کسی اور سے

لَحَدِ سِوَاهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

یہ الفاظ مروی نہیں۔

(کتاب التذصات ص ۶)

علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ امام ابن معین نے فرمایا کہ لَيْسَ

حَدِيثُهُ مُحْتَجًّا کہ علامہ بن عبد الرحمن کی حدیث حجت نہیں ہو سکتی ابن عدی

ان کو لَيْسَ بِالْقَرِي كہتے ہیں ابو حاتم کا بیان ہے کہ ان کی بعض حدیثیں منکر

ہوتی ہیں، ابو زرعة کا بیان ہے کہ وہ کوئی زیادہ قوی نہ تھے امام ابو داؤد فرماتے

ہیں کہ محدثین نے ان کی صیام شعبان کی حدیث، ان کے مناکیر میں شامل کی ہے

محدث غلیلی کا بیان ہے کہ ان کی ایسی روایتیں بھی ہیں جن میں ان کا کوئی متابع

نہیں دیکھئے کتاب التذصات ص ۶ مینر ان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۲ اور تہذیب التہذیب

جلد ۱ ص ۱۸۶ اصل روایت یوں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

كُلُّ صَلَاةٍ رَأَيْتُ فِيهَا يَمُّ الْكِتَابِ

فہی خِذَاجُ الْاَصَلَةِ خَلَفَ الْاِمَامَ

کہ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی

جائے سورہ ناقص ہے مگر امام کے پیچھے پڑھی



(کتاب القراءة ص ۱۳۵) جانے والی نماز اس سے مستثنیٰ ہے

علامہ ابن عبد الرحمنؒ کے بارہ میں محدثین کی تصریحات اور اصلی روایت میں  
 اَلَا خَلْفَ الْوُضُوءِ کی زیادت کے بعد یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے  
 کہ علامہ ابن عبد الرحمنؒ نے غلطی سے اس زیادۃ کو ترک کر دیا ہے اور امام بیہقیؒ کا یہ  
 اعتراض چندان وقعت نہیں رکھتا، اصل روایت میں یہ زیادۃ موجود نہیں جیسا کہ  
 علامہ ابن عبد الرحمنؒ نے نقل کیا ہے یہ زیادۃ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ نے غلطی سے  
 روایت کے ساتھ ملا دی ہے (کتاب القراءة ص ۱۳۵) محصلہ کہ خالد بن عبد اللہ الطحانؒ  
 بالاتفاق ثقہ اور ثبوت ہیں جیسا کہ امام احمد بن محمدؒ، ابو ذرعمہؒ، اور امام نسائیؒ نے  
 ان کو ثقہ لکھا ہے ابو حاتمؒ ان کو ثقہ اور صحیح الحدیث لکھتے ہیں امام ترمذیؒ ان کو  
 ثقہ اور حافظ کہتے ہیں محمد بن عثمانؒ کو اثبت لکھتے ہیں ابن حبانؒ نے ان کو ثقہ  
 میں لکھا ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۱۱۱) امام احمدؒ ان کو مست  
 افاضل المسلمین کہتے ہیں (بخاری جلد ۸ ص ۲۹۲) علامہ ذہبیؒ ان کو الحافظ  
 اور الامام لکھتے ہیں (تذکرہ جلد ۲ ص ۲۳۹) اور ثقہ اور ثبوت کی زیادت بالاتفاق  
 مقبول ہوتی ہے اس لیے ان پر روایت کے ساتھ اپنی طرف سے زیادت ملا دینے کا الزام  
 کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا ہاں یہ بات یقیناً قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ علامہ  
 ابن عبد الرحمنؒ نے یہ زیادۃ غلطی سے ترک کر دی ہو کیونکہ کتب رجال میں ان پر جرح  
 اور کلام کا ثبوت ملتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے نقل کیا ہے اور کمزور راوی کی حدیث



کی وجہ سے ثقہ کی روایت رد نہیں کی جاسکتی۔

تیسرا جواب :- لفظ خداج اور غیر تمام رکعت کو نہیں چاہتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِقَامَةُ الصَّغِيرِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (بخاری جلد ۳ ص ۸۳) کہ صغیر کا درست کرنا نماز کے تمام میں داخل ہے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ فَإِنْ كُنَّ الصُّفُوفُ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ (مسند احمد جلد ۳ ص ۸۳) بلا شک صفوں کا درست کرنا تمام صلوٰۃ میں داخل ہے یہ ٹھیک ہے کہ صفوں کی درستگی کا بڑا اہتمام کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کا خاص خیال فرماتے تھے لیکن سورۃ صفوں آخر رکن صلوٰۃ تو نہیں کہ اس کے بغیر مطلقاً نماز ہی نہ ہوتی ہو۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو جس نے آپ سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لیا تھا فرمایا اِنصُرُوا خُدَاجَ الصَّلَاةِ (مسند احمد جلد ۳ ص ۸۳) کہ تم ناقص نماز اور خداج اسے بچو، اس حدیث میں غیر رکن پر لفظ خداج کا اطلاق ہوا ہے۔

چوتھا جواب :- امام موفق الدین ابن قدامہ اور علامہ شمس الدین کے حوالہ سے پہلے ہم یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت کی طرح حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت بھی منقولہ کے حق میں ہے اس روایت کا مقتدی کے ساتھ تعلق نہیں ہے اور نہ اس کا مصداق مقتدی ہے۔

پانچواں جواب :- قِرَاءَةُ النَّفْسِ کے معنی عربی قواعد کے لحاظ سے



زبان کے ساتھ آہستہ پڑھنے کے علاوہ دل ہی دل میں تذکر اور غور کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اِذَا قَرَأْتَ هَا فِي نَفْسِكَ كَمَا يَكُنْهَا (مفہم جلد ۲ ص ۱۶۱) یعنی جب تم دل میں پڑھتے ہو تو کراما کا تہین اس کو نہیں لکھتے۔ دل میں پڑھنے کا مطلب جسے کراما کا تہین بھی نہ لکھیں غور کرنے اور تذکر کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے؟ اسی طرح حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو اور شیطان اس کے دل میں دوسو سہ ڈالے کہ تمہارا وضو ٹوٹ چکا ہے تو محض اس دوسو سہ کی بنا پر نماز نہ چھوڑ دے۔ بلکہ یہ کہہ دے کہ كَذِبْتَ یعنی اے شیطان تو بھوٹ کتا ہے مگر یہ کہنا فی نفسہ ہو جیسا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنے صحیح میں نقل کیا ہے (مبلغ المرام ص ۱۸) سوچئے کہ بجا بات نماز شیطان کو کہنا کہ تم بھوٹ بکتے ہو میرا وضو نہیں ٹوٹا بخیر تذکر اور غور و فکر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

**چھٹا جواب**۔ فی نفس کے معنی اکیلے اور منفرد کے بھی آتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے وَقَدْ لَقِیْنَا نَفْسًا فِي الْفِیْءِ قَوْلًا یَّکْتُمُا (یٰ نَار) اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان میں سے ہر ایک ایک اور اکیلے اکیلے کو انتہائی بیخبر بات کہ دیجئے اس آیت میں فی نفس کا معنی امام عربیت علامہ زعزعیؒ نے تفسیر کشاف جلد ۲ ص ۱۸۱ میں اور امام رازیؒ نے تفسیر کبیر جلد ۲



صفحہ ۲۷ میں اور متعدد دیگر مفسرین کرام نے جن میں قاضی بیضاوی صاحب روح المعانی وغیرہ شامل ہیں یہی معنی کیا ہے اور اسی طرح کا معنی حضرت ابن عباسؓ سے بھی منقول ہے (فتح الملہم جلد ۱ ص ۲۷)

ایک حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خداوند قدوس سے روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

فَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتَهُ  
فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرْتَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتَهُ  
فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُ الْحَدِيثُ  
بخاری جلد ۲ ص ۱۱۰ و مسلم جلد ۲ ص ۳۹۳ و  
مسند احمد جلد ۳ ص ۱۲۸

جب میرا کوئی بندہ تنہائی میں مجھے یاد کرنا  
ہے تو میں بھی اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں  
اور جب مجھے وہ کسی جماعت میں یاد کرتا ہے  
تو میں بھی اس جماعت سے بہتر جماعت  
میں اس کو یاد کرتا ہوں۔

اس حدیث میں فی نفسہ تنہا اور اکیلے کے معنی میں ہے کیونکہ اس کا مقابلہ  
فی ملاء (جماعت) سے کیا گیا ہے۔

تفسیری روایت :- محمد بن اسحاق۔ مکتول سے روایت کرتے ہیں وہ محبوب بن  
ربیع سے اور وہ حضرت عباؤہ بن الصامتؓ سے اور وہ فرماتے ہیں کہ :-

كَتَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ فَقَرَأَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہم صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قراۃ کر رہے تھے آپ



فَنُقِلَتْ عَلَيْهِ الْقِرَاءَةُ فَلَمَّا فَرَغَ  
 قَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْرَأُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ  
 قُلْنَا نَعْمُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَفْعَلُوا إِلَّا بِفَضِيحَةِ  
 الْكِتَابِ فَإِنَّهُ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ  
 يَقْرَأْ بِهَا (ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ ترمذی جلد ۱  
 ص ۱۲۰ دارقطنی ص ۱۲۰ مسند ک جلد ۱ ص ۱۲۸  
 جزء القراءة ص ۱۲۸ کتاب القراءة ص ۱۲۹  
 سنن الکبری جلد ۱ ص ۱۶۲)

پر قراءۃ ثقیل ہو گئی جب نماز سے فارغ  
 ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ شاید تم امام کے پیچھے  
 قراءۃ کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جی ہاں ہم جلدی جلدی  
 پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ صرف سورۃ فاتحہ  
 پڑھا کر دیکھو کہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی  
 اور کچھ بھی نہ پڑھو۔

نسائی میں اس روایت کی سند یوں ہے عَنْ نَافِعِ بْنِ مَخْمُودٍ بْنِ رِبْعٍ  
 عَنْ عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ عَنْ نَسَائِيٍّ جِلْد ۱ ص ۱۱۹ اور ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۱۹ کی ایک سند  
 یوں ہے عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ نَافِعِ بْنِ مَخْمُودٍ بْنِ رِبْعٍ الْحِمْزِ نِزَارِ قَطْنِي جِلْد ۱ ص ۱۲۱ میں  
 بھی اسی طرح ہے۔

پہلا جواب :- فوق ثانی کا اس روایت سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اور  
 چونکہ یہ روایت ان کے دعویٰ کے لیے صریح دلیل ہے کیونکہ اس میں خلف الامام  
 اور سورۃ فاتحہ کی خاص قید موجود ہے اور شاید اسی صریح روایت کے سہارے  
 پر انہوں نے تمام دنیا کے احناف کو خلیج کیا ہے اور غالباً ان کا یہ دعویٰ



کہ جو شخص امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کا عدم بیکار  
ناقص اور باطل ہے (ملفوظ) اس حدیث اور اس مضمون کی دوسری  
حدیثوں پر مبنی ہے اس لیے ہمیں بھی اس حدیث پر قدرے تفصیل سے بحث  
کرنے کی ضرورت ہے۔

پہلا جواب :- اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحاق ہے گو وہ تابع  
اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پانچ  
فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن  
اور احکام میں ان کی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے  
ان کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے تصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

امام نسائی فرماتے ہیں کہ قوی نہیں ہے (ضعفاء صغیر ص ۵۳) ابو حاتم کہتے  
ہیں کہ وہ ضعیف ہے (کتاب العلل جلد ۱ ص ۳۳) ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ مجہول روایت  
سے باطل روایات نقل کرتا ہے (بغدادی جلد ۱ ص ۲۲) دارقطنی کہتے ہیں کہ  
اس سے احتجاج صحیح نہیں (بغدادی جلد ۱ ص ۳۲) سیحان تمیمی کہتے ہیں کہ وہ کذاب  
ہے امام الجرح والتعدیل یحیی القطان کہتے ہیں کہ میں اس بات کی گواہی دیتا  
ہوں کہ وہ کذاب ہے (میزان جلد ۳ ص ۲) وحیب بن خالد اس کو جھوٹا اور کاذب  
کہتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۵۵) امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے  
ایک دجال تھا (میزان جلد ۳ ص ۲) نیز امام مالک نے اسے کذاب کہا ہے (بغدادی جلد ۱ ص ۲۳)



یہ میری عید محمد کا بیان ہے کہ میرا یہ خیال نہ تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جس زمانے میں لوگ محمد بن اسحاق سے احادیث کی سماعت کریں گے (تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶) ابو ذر عہ کا بیان ہے کہ کھلا ابن اسحاق کے بارہ میں بھی کوئی صحیح نظریہ قائم کیا جاسکتا ہے؛ وہ تو محض اس پر تھا تو جیہ النظر ص ۲۸ و جوہر النقی جلد ۱ ص ۱۵۵) عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام احمد بن حنبلؒ لَمْ يَكُنْ يَحْتَجِمُ بِهِ فِي السُّنَنِ۔ (بخاری جلد ۲ ص ۲۳) تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶) سنن اور احکام میں وہ ان کے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ حنبل ابن اسحاق کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ابن اسحاق ایسے بے حجت یعنی ابن اسحاق حجت نہیں ہے (بخاری جلد ۲ ص ۲۳ و تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶) ابویوب بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے احمد سے دریافت کیا کہ ابن اسحاقؒ جب کسی حدیث کے بیان کرنے میں متفرق ہو تو اس کی حدیث حجت ہوگی؟ قَالَ لَا وَاللَّهِ (بخاری جلد ۲ ص ۲۳) بخاری ہرگز نہیں۔

ابن ابی حاتمہ کا بیان ہے کہ ابن معین نے اس کو ایسے بذاک و ضعیف اور ایسے بالقری کہا ہے۔ میمونؒ کا بیان ہے کہ ابن معینؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے (بخاری جلد ۲ ص ۲۳ و تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۶) علی بن مدینی کا بیان ہے کہ لَمْ يُضَعِّفْهُ يَزِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمٍ عَنْ أَهْلِ الْكِتَابِ۔ میرے نزدیک ابن اسحاق صرف اس وجہ سے ضعیف ہے کہ وہ یہود اور نصاریٰ سے روایتیں لے لے کر بیان کرتا ہے! دوسرا جواب :- اس روایت میں ایک راوی محمول بھی ہیں جو کہ معیاری



ثقہ نہ ہونے کے علاوہ مدلس بھی ہیں چنانچہ امام حاکم لکھتے ہیں اِنَّ عَامَّةَ حَدِيثِ  
 مَكْحُولٍ عَنْ الصَّحَابَةِ حَوَالَهُ (معروف علوم الحدیث ص ۱۸) کہ مکیول کی صحابہ کرام  
 سے اکثر حدیثیں صرف تدلیس وارسال کے حوالہ نظر ہیں۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ  
 مکیول حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبادہ بن الصامتؓ، حضرت عائشہؓ اور  
 دیگر صحابہؓ سے تدلیس کرتے تھے (تذکرہ جلد ۱ ص ۱۸) علامہ ابن سعدؒ فرماتے ہیں،  
 محدثین کی ایک جماعت نے مکیول کی تضعیف کی ہے اور مکیول صاحب تدلیس بھی  
 تھے (میزان جلد ۳ ص ۱۹۸) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مکیول نے دیگر صحابہؓ سے عموماً  
 اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے خصوصاً کوئی روایت نہیں سنی وہ محض تدلیس  
 سے کام لیتے تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۹۲) امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ  
 لیس بالمتین، چندان قابل اعتبار نہ تھے اور باوجود اس کے مدلس بھی تھے۔  
 (قانون الموضوعات ص ۲۹۸) مبارکپوری صاحب بھی ان کو مدلس لکھتے ہیں۔  
 (ایکار الممن ص ۱۸) نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں ومن اقسام  
 الضعیف المدلس، یعنی مدلس روایت ضعیف روایتوں میں شمار ہوتی ہے۔  
 (دلیل الطالب ص ۸۵۲) اور مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں وَعَنْهُ الْمُدَلِّسُ  
 غَيْرُ مَقْبُولٍ (ایکار الممن ص ۲۲۵)

اور دوسرے مقام میں لکھتے ہیں کہ مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (تحقیق الکلام  
 جلد ۲ ص ۱) اور یہ بھی صحت بخونے کہ کسی قابل اعتبار سند مکیول کی محمود بن ربیع سے



سماعت اور تحدیث ثابت نہیں (ریغیۃ الملحق جلد ۲ ص ۱۱)

تفسیر جواب :- امام نسائی کی سند میں جو نافع بن محمود میں ان کی حدیث  
مطلوب ہے چنانچہ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ نافع بن محمود سے خلفت الامام کی  
روایت کے علاوہ اور کوئی روایت مروی نہیں ہے۔ ابن حبان ان کو ثقات  
میں لکھتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ حدیثہ معتل کہ اس کی حدیث مطلوب ہے  
(میزان جلد ۲ ص ۲۴) اور وہ مجہول بھی ہیں چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے  
(المجاہد النقی جلد ۲ ص ۱۶۵) حافظ البیہقی لکھتے ہیں کہ وہ مجہول ہے (تہذیب  
التہذیب جلد ۱ ص ۱۱۱) شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ لکھتے ہیں (یسی  
معروف) کہ وہ مجہول ہے (معنی لابن قدامہ جلد ۱ ص ۱۱۱) حافظ ابن حجر  
لکھتے ہیں کہ وہ مستور ہے (تہذیب ص ۱۱۱) محقق نموی اس کا مجہول ہونا نقل کرتے  
ہیں (اصلیق الحسن ص ۱۱۱) نافع کے مجہول ہونے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت پیش  
کیا جاسکتا ہے؟

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہرگز ہمیں اس بات کا تکلف نہیں ٹھہرایا کہ  
ہم اپنی مجہول اور غیر معروف راویوں سے اخذ کریں (کتاب القراءۃ للبیہقی ص ۱۱۱)  
چوتھا جواب :- یہ روایت مرفوع نہیں بلکہ خلف الامام کی قید کے ساتھ  
یہ موقوف ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے لکھا ہے۔ وَصُغْفُہُ ثَابِتٌ  
بِرُجُوعِہُ قَرَأَ مَا هُوَ قَوْلُ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ (تنویر الحیاد ص ۱۱۱)



یعنی یہ حدیث کئی وجوہ سے ضعیف اور معطل ہے اور یہ مرفوع بھی نہیں بلکہ حضرت  
عبادۃ کا قول ہے اور دو سکر مقام میں لکھتے ہیں کہ یہ

وَهَذَا الْحَدِيثُ مُعَلَّلٌ مِنْ أَمْرِ  
الْحَدِيثِ كَأَشَدِّ وَغَيْرِهِ مِنَ الْأُثَرِ  
وَقَدْ بَسَطَ الْكَلَامَ عَلَى ضَعْفِهِ فِي  
غَيْرِ هَذَا الْمَوْضِعِ وَبَيَّنَّ أَنَّ الْحَدِيثَ  
الصَّحِيحَ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِأَمْرِ الْقُرْآنِ فَهَذَا  
هُوَ الَّذِي أَخْرَجَاهُ فِي الصَّحِيحِ وَوَدَّاهُ  
الزُّهْرِيُّ عَنْ مَحْمُودِ بْنِ رَيْغٍ عَنْ  
عِبَادَةَ أَمَّا الْحَدِيثُ فَخَلَطَ فِيهِ بَعْضُ  
الشَّائِئِينَ وَأَصْلُهُ أَنَّ عِبَادَةَ رَضِيَ  
كَانَ يَوْمًا فِي دَيْتِ الْمُقَدَّسِ فَقَالَ  
هَذَا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْهِمُ الْمَوْقُوفُ  
بِالْمَوْقُوفِ عَلَى عِبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ  
الْمَوْقُوفِ لَا مِنْ تَسْمِيَةِ جِلْدَانِهَا

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل و غیر ائمہ  
حدیث نے معطل قرار دیا ہے اور کسی نہ کسی مقام  
میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس کا ضعف  
بیان کیا گیا ہے اور اس کی وضاحت لکھی  
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح  
حدیث جو بخاری اور مسلم میں ہے اور جسے  
امام زہری نے محمود بن ربیع کے طریق سے  
حضرت عبادہ سے روایت کیا ہے وہ صرف  
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی  
رہی یہ حدیث جس میں خلعت الامام کی زیارت  
ہے تو اس میں بعض شامی راویوں کی غلطی شامل  
ہے وہ یہ کہ حضرت عبادہ نے ایک من بیت المقدس  
میں یہ حدیث بیان کی اور اپنا قول بھی خلعت الامام  
کی قید والا انہوں نے بیان کیا پس راویوں پر  
مرفوع حدیث اور موقوف قول مشتبہ اور خلط ملط ہو گیا



شیخ الاسلام کی یہ عبارت نص صریح ہے کہ کمزور ضعیف اور بیس بالمتین  
 قسم کے راویوں نے حضرت عبادہؓ کے موقوف قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی مرفوع حدیث میں ملا دیا ہے حالانکہ مرفوع حدیث میں خلف الامام کا ذکر تک  
 نہیں ہے اور گزر چکا ہے کہ وہ حدیث امام اور منقول کے حق میں ہے کیونکہ اس  
 میں فصحاء کی زیادت بھی ہے۔

پھر کئی روایت ہے امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے  
 کہ محمد بن ابی عائشہؒ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی سے روایت  
 کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَعَلَّكُمْ تَقْرَءُونَ  
 وَالْإِمَامُ يَقْرَأُ قَالُوا: إِنَّا لَنَفْعَلُ قَالَ: فَلَا تَفْعَلُوا إِلَّا أَنْ يَقْرَأَ أَحَدُكُمْ بِفَاتِحَةٍ  
 الْكِتَابِ رَسْمِ الْكُبْرَى جلد ۱ ص ۱۶۸) کہ شاید تم اس وقت قرآنہ کیا کرتے ہو جس وقت امام  
 قرآنہ کر رہا ہوتا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ ہم قرآنہ کیا کرتے  
 ہیں، آپ نے فرمایا قرآنہ نہ کیا کرو ہاں مگر سورہ فاتحہ کی قرآنہ کر لیا کرو۔ امام بیہقیؒ  
 فرماتے ہیں: ہذا اسناد جید اس کی سند جید کھری اور عمدہ ہے۔

الجواب :- نہ معلوم بیہقیؒ نے سند کو کس طرح جید کہ دیا ہے حالانکہ اس  
 سند میں ابراہیم بن ابی اللیث ہے جس کے متعلق صانع خزیرہؒ کہتے ہیں کہ وہ  
 بیس برس تک بھوٹ کتا رہا ہے ابن معینؒ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ اور اتم تھا ساجی آخر  
 متروک کہتے ہیں ابن معینؒ نے بعد میں اسے کذاب اور حدیث کہا سب سے پہلے اس



کے جھوٹ کی حقیقت دورقی نے واضح کی تھی ایضاً بن شیبہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے پہلے اس سے روایتیں لکھی تھیں مگر پھر سب نے اسے ترک کر دیا تھا اس میں اتنی جرات بڑھ گئی تھی کہ وہ جعلی اور موضوع حدیثیں بیان کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے ابن سعد کہتے ہیں کہ حدیث میں وہ ضعیف سمجھا جاتا ہے (لسان المیزان جلد ۱ ص ۹۲) علامہ خطیب لکھتے ہیں کہ ابن معین نے پہلے اس کی توثیق کی تھی لیکن بعد کو جب تحقیق کر لی تو اس کی انتہائی مذمت کی حتیٰ کہ اسے کذاب اور خبیث تک کہا اور فرمایا کہ خدا اس کا مستیاناس کرے حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ امام احمد بن حنبل اور علی بن المدینی پر ابتداً اس کا معاملہ مشکل رہا لیکن بعد میں جب اس کا جھوٹ واضح ہو گیا تو انہوں نے اس کی روایت کو بالکل ترک کر دیا۔ (بغدادی جلد ۱ ص ۱۹۷ تا ۱۹۸) یہ ہے امام بیہقی کی اسناد جیدہ؟

اس کے علاوہ اور بھی بعض مرفوع روایتیں فریق ثانی نے اپنے استدلال میں پیش کی ہیں لیکن ان میں اکثر روایات سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں اور جو قدرے قوی ہیں ان سے بھی قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر فریق ثانی کا احتجاج درست نہیں ہے کیونکہ بعض میں سورہ فاتحہ کے علاوہ کسی اور سورت اور زیادت کا ذکر بھی ہے جس کا فریق ثانی قائل نہیں ہے اور بعض میں روایتی اعتبار سے خامی ہے اس کی تشریح احسن الکلام میں ملاحظہ فرمائیں۔

آثار صحابہ کرام ۱۔ فریق ثانی نے صحابہ کرام کے بعض آثار سے بھی قرأت خلف الامام



کے مسئلہ پر استدلال کیسے لیکن اصولاً ان کو ان سے استدلال کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ ان کا قاعدہ یہ ہے کہ درموقوفات صحابہ نہجت نہت اگرچہ بصیحت رسید بایں مہمہ ان میں بھی اکثر آثار سنداً صحیح تھیں ہیں، حضرات صحابہ کرامؓ میں قرأت خلف الامام کے قائل حضرت عبادۃ بن الصامتؓ ہی معلوم ہوتے ہیں چنانچہ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں کہ جو لوگ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں قرأت کے قائل نہ تھے انہوں نے حضرت عبادہؓ کی جہری نمازوں میں قرأت پر تعجب کا اظہار کیا اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آنحضرت ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ فرمایا کہ میرے ساتھ قرآن میں منازعت کیوں کی جا رہی ہے؟ تو اس کے بعد آپؐ آہستہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا اور آپؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس کی نماز نہ ہوگی یہ استثنا صرف عبادہ بن الصامتؓ نے سنی اور دیگر صحابہ کرامؓ نے سن سکے اور اس کو حضرت عبادہؓ نے خوب یاد کیا اور اس کو ادا کیا سوال کی طرف رجوع کرنا ضروری تھوڑا کتاب القراءۃ مکم صحابہ کرامؓ کو جس قدر نماز اور جماعت کا شوق تھا وہ اور کس کو ہو سکتا ہے؟ اور آنحضرت ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو حکم بیان کیا وہ کھول کر بیان کیا مگر تعجب ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم آپؐ آہستہ بیان کیا اور یہ حکم صرف حضرت عبادہؓ نے سنا اور دیگر صحابہ کرامؓ نہ سن سکے کیوں؟ اس لیے کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم ضروری نہ تھا اور وہ رازداری کا کوئی معنی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو سنت صحیحہ پر چلنے کی توفیق بخشے آمین۔ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ۔